فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

تم میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (آل عمران)

ماہنامہ

معارفِ رضا کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان

بین الاقوامی تشہیر کا سستا ذریعہ

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی بین الاقوامی نوعیت کا علمی و ادبی، دینی رسالہ ہے جو کہ بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، رجسٹرڈ، پاکستان کے زیر اہتمام ممتاز ماہر تعلیم، سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سرپرستی میں گذشتہ ۲۴ ربرس سے برابر شائع ہو رہا ہے، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اس کے ''مدیر اعلیٰ'' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ''مدیر'' اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ''نائب مدیر'' ہیں۔ ''معارف رضا'' پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، تمام قومی و صوبائی محکموں اور تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کے علاوہ سعودی عرب، مصر، لبنان، لیبیا، عراق، دبئی، سری لنکا، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، ماریشش، ہندوستان، افغانستان، نیپال، بنگلہ دیش اور امریکہ وغیرہ بھی جاتا ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں افراد کی نگاہوں سے گزرتا ہے۔

''معارف رضا'' ابلاغ علم اور ترویج و اشاعت دین کی جو خدمات سر انجام دے رہا ہے اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہو سکتے ہیں جس کا ایک طریقہ ''معارف رضا'' میں اپنی مصنوعات / ادارہ / کمپنی کا اشتہار دینا بھی ہے۔ اشتہارات کا نرخ نامہ منسلک ہے۔

امید ہے ابلاغ علم اور اشاعت دین کے اس کام میں تعاون کرتے ہوئے اپنے ادارہ کا اشتہار ضرور عنایت فرمائیں گے۔ ''معارف رضا'' آپ کے اشتہار کی اشاعت پاکستان اور دنیا بھر میں آپ کی مصنوعات کی سستی تشہیر کا بہترین ذریعہ بنے گی۔

نرخنامہ اشتہارات

آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت، چار کلر =/5000 ☆ آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت B/W =/2500 ☆ اندرونی صفحہ سرورق، فی اشاعت B/W =/2000 ☆ اندرونی صفحات، پورا صفحہ فی اشاعت B/W =/1500 ☆ اندرونی صفحات، آدھا صفحہ، فی اشاعت B/W =/1000 (نوٹ) اشتہار کی رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر / چیک / بینک ڈرافٹ صرف بنام ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی عنایت فرمائیں، اشتہارات کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ رقم اشتہار کے مضمون کے ساتھ ہی ارسال کریں۔

(نوٹ: اشتہار کا میٹر / آرٹ پول دیتے وقت اس بات کا خاص خیال فرمائیں کہ ہم جاندار کی تصاویر شائع نہیں کرتے)

ادارت

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مشاورت

* علامہ تراب الحق قادری
* الحاج شفیع محمد قادری
* علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
* منظور حسین جیلانی
* حاجی عبداللطیف قادری
* ریاست رسول قادری
* حاجی حنیف رضوی

مشمولات

• قیمت فی شمارہ ـــــ ۱۰ روپیہ
• سالانہ ـــــ ۱۲۰ روپیہ
• بیرون ممالک ـــــ ۱۰ ڈالر سالانہ

رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی -74400، پوسٹ بکس نمبر 489

فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

"عالم اسلام کا اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ، مسئلہ فلسطین وکشمیر کا واحد حل"

اے برگزیدہ مگر دل دریدہ زمیں　　　　تیرے سر پہ کرنوں کا سہرا سجے گا

آج جنت ارضی کشمیر اور انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کی سر زمین فلسطین، ملت کفر اور صیہونی اور نصرانی طاغوت کے جبر واستبداد اور ظلم وستم کا بدترین منظر پیش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے امن عالم ایک طاقتور آتش فشاں پہاڑ کے دھانے پر پہنچ چکا ہے اور کسی بھی وقت تباہ ہو سکتا ہے۔ بد قسمتی سے "اقوام متحدہ" کی تشکیل اور اس کی بنیاد کچھ اس طرح سے کی اور رکھی گئی ہے کہ ادارہ دنیا کی بڑی طاقتوں خصوصاً امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس وغیرہ یعنی عیسائی اور یہود نواز طاقتوں کا باج گزار اور یرغمال بن کر رہ گیا ہے۔

خاص طور سے جب معاملہ مسلمانوں یا مسلم ممالک کے خلاف جارحانہ کاروائی کا ہو تو یہ ادارہ "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدن" کے مصداق زبانی کلامی ہمدردی کے اظہار سے زیادہ کچھ نہیں کر تا بلکہ اس میں بھی منافقانہ روش اختیار کرتا ہے لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں اس ادارے اور اس کو اپنے ویٹو سے چلانے والے عیسائی ملکوں کی روش پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ رب ذوالجلال نے اپنی مقدس، سب سے آخری اور سب سے کامل کتاب "القرآن الحکیم" میں جو اس کے سب سے آخری اور سب سے محبوب و مکرم رسول، محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی، یہ ارشاد فرمایا:

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ م بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o (المائدۃ، ۵، ۱۵)

ترجمہ: اے ایمان والوں یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم مین جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنزالایمان)

اس آیۂ کریمہ میں بہت شدت و تاکید کے ساتھ ایمان والوں پر یہ واجب کیا جارہا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ اور ہر دشمن دین اسلام سے قطعی علیحدہ رہیں ان کے ساتھ دوستی اور موالات یعنی ان کی مدد کرنا، ان سے مدد چاہنا اور ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا قطعی ممنوع قرار دیا گیا۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے جو تبدیل نہیں ہو سکتا یہ صبح قیامت تک کے لئے اٹل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ہم نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول خدا، سید الانبیاء ﷺ کے اس فرمان مبارک کو فراموش کر کے یہود و نصاریٰ کو دوست بنایا اور ان پر بھروسہ کیا ہمیں خسران و نقصان، ذلت و رسوائی اور ہزیمت و پشیمانی کے علاوہ کچھ نہ ملا، گذشتہ چند سالوں سے خصوصاً پچھلے چند ماہ سے کشمیر اور فلسطین میں امن معاہدوں کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ مسلمانانِ عالم کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کی آنکھوں پر اب بھی غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ دانستہ یا نادانستہ وہ امریکہ اور اس کے حواریوں کے دوستی کے سحر میں اس طرح گرفتار ہیں کہ انہوں نے اپنے تمام انتظامی، دفاعی اور خارجی امور میں ان کو مشیر بنایا ہوا ہے اس طرح تمام دفاعی اور ملکی امور کے معاملات بلا روک ٹوک ان کی رسائی میں ہیں۔ اقتصادی ترقی کے نام پر IMF کی سخت اور ذلت آمیز شرائط تسلیم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جذبۂ حبِّ رسول ﷺ اور جذبۂ جہاد فی سبیل اللہ سے ان حکمرانوں کے دل یکسر خالی نظر آتے ہیں لہٰذا اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے جذبۂ مزاحمت سے بھی ان کے دل بالکل عاری ہو چکے ہیں۔ کوسوو، بوسینا، چیچینا، کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کی حالت زار اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان پر ٹھونسے گئے نام نہاد معاہدے، امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس اور یہود کی منافقت و مداہنت اور مسلمانوں سے بغض و عناد کے وعناد غماز ہیں۔ صرف فلسطینیوں کی مثال لے لیجئے۔ امریکہ اور اس کے حواریوں نے فلسطینی مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور ان کی اسلامی مزاحمتی تحریک کو کچلنے کیلئے یاسر عرفات کو نام نہاد فلسطینی ریاست کا چیئرمین مان کر اور ان کی نام نہاد ریاست کو ہر طرح کی معاشی اور سیاسی مدد کے وعدہ کا جھانسہ دیکر یہودیوں کے ساتھ بالمشافہ بات چیت کرنے اور معاہدات کرنے پر مجبور کیا اور آج تک اس بات چیت اور ان میں ہونے والے معاہدوں کے طے پا جانے کے باوجود فلسطینی ریاست نہ عملی طور سے قائم ہو سکی اور نہ ہی آزاد ہو سکی۔ دوسری طرف دشمنانِ دین (امریکہ، یہودی اور اس کے حواریوں) نے یاسر عرفات کو اسلامی مزاحمتی تحریکوں اور ان کی جہادی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے بھرپور طور پر استعمال کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان سب کے عوض میں یاسر عرفات صاحب کو حکومت اسرائیل آج تک کوئی رعایت دینے پر تیار نہیں ہے، معاہدات طے ہو جانے کے بعد حکومت اسرائیل توڑ دیتی ہے یا ان سے مکر جاتی ہے یا پھر نئی سخت شرائط پیش کر دیتی ہے اور امریکہ اس کے حواری یہودیوں کی پوری پشت پناہی کرتے ہوئے یاسر عرفات کو مجبور کرتے ہیں کہ یہودیوں کی شرائط پر معمولی ردوبدل کے ساتھ "امن معاہدہ" تسلیم کر لیں۔ حال ہی میں چند دنوں سے قبلۂ اول، حرم بیت المقدس کی بے حرمتی سے فلسطینی مسلمانوں میں جو غم و غصہ کی لہر دوڑی ہے اس کے دبانے کیلئے اسرائیل نے بے تحاشہ فوجی قوت استعمال کی اب تک ۱۰۰ر سے زیادہ مسلمان شہید، ۸۰۰ر سے زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ مسلمان بیچاروں کے ہاتھو میں صرف پتھر ہیں اور یہودی فوجی اپنی پوری عسکری قوت یعنی جدید بندوقیں مارٹر توپیں، ہیلی کاپڑ گن شپ وغیرہ کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ابھی تک امریکن صدر بل کلنٹن یا کسی دوسرے یا تیسرے درجہ کے ذمہ دار حکومتی رکن نے اس ظلم کی مزمت نہیں کی۔

آج کے حالات نے فلسطینیوں کو، خاص طور سے یاسر عرفات کی پارٹی کے کارکنوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ فلسطین کا واحد حل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع اور جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔ یہود و نصاریٰ ہمیشہ کے گستاخ رسول ﷺ اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ تمام مسلم ریاستوں اور ان کے حکمرانوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ القدس الشریف کی

حفاظت اور سرزمیں فلسطین کی آزادی اور بقا کیلئے متحد ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں۔ آج حزب اللہ کی سر فروشی کی بنا پر جنوبی لبنان سے یہودی فوجوں کا انخلاء، اسرائیل کی شکست کا آغاز ہے، کل ان شاء اللہ سرزمین فلسطین سے یہودی فوجیوں کی پسپائی اس آغاز کا نکتۂ انجام ہو گا۔ شرط یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ پر ایمان لانے والو، اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محض ان کی محبت میں ایک ہو جاؤ اور ان ہی کی خاطر جہاد کے لئے نکل پڑو، اللہ کی نصرت و مدد تمہارے ساتھ ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے　　　پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آج سے تقریباً ۹۰ سال قبل امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے اس سوال کے جواب میں کہ فی زمانہ مسلمان اپنی حالت زار کیسے سدھاریں اور فرنگیوں اور کافروں کی چیرہ دستیوں سے خود کو کیسے محفوظ رکھ سکیں۔ ایک اہم لائحۂ عمل پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مسلمان اگر اس پروگرام پر خلوص نیت اور ملی یگانگت کے ساتھ عمل پیرا ہو جائیں تو ان شاء اللہ ان کے حالات سدھر جائیں گے اور وہ سیاسی و معاشی طور پر ایک مستحکم قوم بن کر ابھریں گے۔ اس لائحۂ عمل کے اہم نکات یہ ہیں :

(۱) مسلمان اپنے آپس کے تمام تنازعات ایک پنچایتی نظام کے تحت خود طے کریں، ہنود و نصاریٰ سے نہ کوئی مدد لیں اور نہ ان کو اپنے آپس کے معاملات میں مداخلت کا موقع دیں۔

(۲) مسلمان کفایت شعاری اور بچت کی عادت کو اپنا کر اپنا قومی سرمایہ بڑھائیں، اور صنعت و حرفت اور تجارت میں سرمایہ کاری کے ذریعہ اپنی اقتصادی خوشحالی میں اضافہ کریں۔

(۳) تمام مسلمان مل کر اپنی صنعت و حرفت اور تجارت کے فروغ کیلئے ایک مشترکہ منڈی بنائیں تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے وسائل سے بھرپور طور پر استفادہ کر سکیں۔

(۴) یہود و نصارا کے وضع کردہ بینکنگ سسٹم میں اپنا پیسہ لگانے کی بجائے مسلمان اسلامی طرز پر اپنا علیحدہ بینکنگ سسٹم قائم کریں تاکہ غیر قوموں کے اقتصادی غلبہ سے آزادی ملے۔

(۵) مسلمان تعلیم کے فروغ پر خصوصی توجہ دیں لیکن علم دین لازمی طور پر حاصل کریں تاکہ دینوی علوم اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کی من حیث القوم ترقی مسلم امہ کی قوت و طاقت بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔

(۶) صاحب استطاعت مسلمان فرنگیوں اور کافروں کے خلاف جہاد میں دامے، درمے، قدمے، سخنے جس طرح ممکن ہو حصہ لیں اور سلطنت اسلامی کی ہر طرح اعانت و معاونت ان پر فرض ہے۔

امام احمد رضا کی تعلیمات میں عالم انسانیت کیلئے رہنما اصول ہیں، مفتی سری لنکا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر نہ صرف اہلیان اسلام بلکہ عالم انسانیت کی بھلائی کیلئے جدو جہد کی، ان کی تصانیف سے ان کی تعلیمات روشن و عیاں ہیں جن میں عالم انسانیت کیلئے رہنما اصول ہیں۔ ان خیالات کا اظہار کولمبو، سری لنکا کے مذہبی اسکالر علامہ عبدالحمید شافعی شاذلی نے بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کا مطالعاتی دورہ کرتے ہوئے کیا انہوں نے پروفیسر ڈاکٹر علامہ حافظ عبدالباری صدیقی اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری سے بعض اہم مسائل پر تبادلہ خیال بھی کیا، اس موقع پر "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کی طرف سے موصوف کو امام احمد رضا کی عربی و انگریزی مطبوعات بھی پیش کی گئیں۔

تصورِ پاکستان
ایک تحقیقی جائزہ

★ مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بر صغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی، شاندار حکومت---بےمثال حکومت---زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے، نشیب و فراز آتے رہتے ہیں---کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں---وتلك الايام ندا ولها بين الناس--- ۱۸۵۷ء میں سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد بر صغیر میں مسلم اقتدار کا شیرازہ منتشر ہو گیا---اس دور انتشار میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ہنود نے اپنی تمام توانائیوں کو یکجا کیا اور معاشی سیاسی سطح پر اس دیرینہ محسن کے خلاف صف آراء ہوئے جس نے پاک و ہند کو حیرت انگیز استحکام بخشا---وہ محسن عظیم جس نے ہزار سالہ دور اقتدار میں بھی ہنود کے ساتھ بے مثال رواداری کا مظاہرہ کیا---رواداری کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو گی کہ نہ صرف پاک و ہند بلکہ ان شہروں میں بھی ہنود کی اکثریت ہی رہی جو مسلم سلطنتوں کے تخت گاہ بنے---بہر کیف اس محسن اس درجہ دل تنگ ہو گئے کہ سانس لینے کیلئے اس کو ایک قطعہ زمین دینے کے بھی روادار نہ تھے۔ آئے دن کے فسادات اور خون ریزیاں اس پر مستزاد۔

تنگ دلی کا جب یہ عالم دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد اتنی سکت تو نہ رہی کہ بر صغیر پاک و ہند کو پھر زیر نگیں کیا جائے اس لئے دانشوروں اور درد مندوں نے تقسیم ہند کی بات سوچی تاکہ مذہب کے ساتھ ساتھ معیشت کو بھی سنبھالا جائے---مسلمان کی فطرت میں غلامی نہیں، تاریخ گواہ ہے کہ وہ کبھی زیادہ عرصہ غلام نہیں رہا، اس نے ہمیشہ دنیا پر حکومت کی، آقائی اس کی فطرت میں ہے، اب بھی دنیا کے اہم گوشوں پر حکومت کر رہا ہے---سچ پوچھئے تو اس کے جذبۂ فداکاری نے نہ صرف خود اس کیلئے بلکہ ہنود کیلئے بھی ہندوستان میں آزادی کی راہ ہموار کر دی ورنہ ہنود تو ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک مسلمانوں کے دست نگر رہے اور جب تک مسلمان ان کی صفوں میں شامل نہیں ہوئے، ان کی تحریک میں جان نہیں پڑی۔

ہاں تو ذکر تھا آزادی و خود مختاری کا، تقسیم ہند کا، مذہبی آزادی اور معاشی خوشحالی کیلئے ایک خطہ زمین کا---تو دردمندوں نے جب یہ دیکھا کہ ہزار سال تک جو دست نگر رہا اب اپنے آقا و محسن پر تسلط جمانے کی فکر میں ہے تو انہوں نے بر ملا تقسیم ہند کی باتیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء میں سر سید احمد خان نے اور ۱۸۹۰ء میں مولانا عبدالحلیم شرر نے تقسیم ہند کی طرف اشاہ کیا---۱۹۱۵ء میں چوہدری رحمت علی نے "مسلم اسٹیٹ" کی ضرورت پر زور دیا۔ ۱۹۱۷ء میں عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری نے اسٹاک ہوم میں تقسیم ہند کی بات کی۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا عبیداللہ سندھی نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی---۱۹۲۵ء میں مولانا محمد علی جوہر

★ (سابق ایڈیشنل سیکریٹری، وزارت تعلیم حکومت سندھ)

نے ''مسلم کوریڈور'' کی حمایت کی--- مگر ۱۹۲۵ء ہی میں جس تفصیل سے تقسیم ہند پر زیر بحث تجویز میں روشنی ڈالی گئی ہے--- -اس تجویز کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے لکھا ہے :-

In March and April 1920, the "Dhu'l Qurnain" of Badaun publu;hed an openletter from one Muhammad Abdul Qadir Bilgrami to Gandhi adovcating partition of the subcomtinent, in which he gave even a list of Muslim districts, which is, generallay speaking, not too different from the present bounderies of East and West Pakistan.

دراصل تقسیم ہند کی زیر بحث تجویز ضمنی طور پر ایک رسالے میں پیش کی گئی ہے جس میں برصغیر پاک وہند میں گائے کی قربانی موقوف کرانے کیلئے ہندوؤں، قوم پرست اور دوسرے رہنماؤں کی تائید وحمایت کی مدلل اور پر زور تردید کی گئی ہے اور اس مسئلے پر عالمانہ وفقہیانہ بحث کی گئی ہے۔ اس رسالے کا عنوان ہے :-

''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام''

یہ رسالہ سب سے پہلے بدایوں کے ہفت روزہ اخبار ''ذوالقرنین'' میں مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء کے شماروں میں مسلسل شائع ہوا۔ اس کے بعد سنہ مذکورہ میں ہی نظامی پریس، بدایوں سے پہلی بار کتابی شکل میں شائع ہوا۔ مگر اس وقت تک اس پر تقسیم ہند کی تجویز شامل نہ تھی۔ جب دوسری بار ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ پریس سے شائع ہوا تو یہ تجویز شامل تھی---رئیس احمد جعفری مرحوم نے اپنی کتاب ''اوراق گم گشتہ'' میں یہ پورا رسالہ نقل کیا ہے---اس کے علاوہ ۱۹۷۰ء میں پاکستان ھسٹاریکل سوسائٹی، کراچی نے اس کو شائع کر دیا اور دوسرے مقامات پر بھی اس کی اشاعت ہوئی۔(۳)

ابتداء میں مصنف نے ''التماس'' کے عنوان سے بھی بعض ضروری امور کی وضاحت کی ہے جو بالترتیب یہاں پیش کیے جاتے ہیں :-

۱۔ دہلی کانگریس کے صدر مدر موھن مالوی نے دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلمانان ہند سے درخواست کی کہ وہ ہندوؤں کی دلداری خاطر ہندوستان میں گائے کی قربانی یک قلم موقوف کردیں۔

۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی تحریک اور حکیم اجمل خاں کی کوشش سے دسمبر ۱۹۱۹ء میں یہ تجویز منظور کرلی اور مسلمانان ہند کو ہدایت جاری کردی کہ وہ گائے کی قربانی ترک کردیں۔

۳۔ اسی زمانے میں مسٹر گاندھی نے بحیثیت صدر ''ھیومینی ٹیرین کانفرنس'' اہل ہند کو ترک حیوانات کی سخت تاکید کی اور اس سلسلے میں تمام ملک کا دورہ کیا۔

۴۔ کانگریس کی تحریک، مسلم لیگ کی تائید اور مسٹر گاندھی کی حمایت سے متاثر ہو کر تمام جلسوں میں خود مسلمانوں نے گائے کی قربانی ترک کردینے کی تجاویز پر لبیک کہا۔(۴) ان حالات سے مجبور ہو کر مصنف (محمد عبدالقدیر) نے مسٹر گاندھی کے نام ایک مفصل ومبسوط خط لکھا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں :-

چنانچہ ماچ اپریل ۱۹۲۰ء میں اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں میں یہ مضمون زیر عنوان :-

''ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام''

شائع کیا گیا اور اب اس کو رسالے کی صورت میں ترتیب دیکر پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کے وہ اپنے فضل وہ کرم سے اس ناچیز تحریر کو عامہ مسلمین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ وما علینا الاالبلاغ۔(۵)

جیسا کہ عرض کیا گیا اس خط میں گائے کی قربانی سے متعلق ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے جیسا کہ اس کے سرورق سے متعلقہ حصے کی نقل پیش کی جاتی ہے :-

ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط

مہاتما گاندھی کے نام

جس میں ذبح و قربانی کے متعلق نہایت تحقیق کے ساتھ عقلی، نقلی اور اقتصادی پہلو سے بحث کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان اس شرعی حق سے جو شعائر اللہ میں داخل ہے، کسی ملکی مصلحت سے یا خیالی نفع کی توقع پر دست بردار نہیں ہو سکتے---"

راقم سے دوسرے اڈیشن کا مطالعہ کیا ہے، اس میں شک نہیں کے فاضل مصنف نے بہت ہی فاضلانہ، عالمانہ، فقہیانہ، مدلل و مسکت بحث کی ہے۔ مصنف نے مسئلہ قربانی بحث کے نتیجے میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ جو ایک کے ہاں شعائر دین سے ہے، دوسرے کے ہاں گناہ کبیرہ۔ مختلف ادیان کے معتقدات میں تضادات پائے جاتے ہیں اور معقولیت یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس زریں اصول پر عمل کیا جائے۔لکم دین کم ولی دین، اور ایک دوسرے کے معتقدات میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ مگر ہندوؤں کے جذبات نے ایسی نازک صورت اختیار کرلی تھی کہ انہوں نے فطری اصولوں سے اعتراض کرتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی معتقدات میں دخل اندازی شروع کردی۔ ظاہر ہے اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ اسلام ہندو مت کے زیر اثر رہے۔ یہ بات ایک غیور مسلمان کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ بلکہ اس طرح اگر مسلمان بھی ہندوؤں کے معتقدات میں دخل اندازی کرتے اور ان سے مت پرستی ترک کرنے کا مطالبہ کرتے تو ان کیلئے بھی یہ بات ناقابل برداشت ہوتی---بہر کیف ہندوؤں کے طرز عمل سے جو نازک صورتحال پیدا ہوگئی تھی اس کی اصلاح کیلئے مصنف نے مسٹر گاندھی کو واشگاف الفاظ میں لکھا کہ یہ باتیں اہل ملک کے ذہن نشین کردیں :-

☆ مذہب اسلام کی رو سے شعائر اللہ کی دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض بیع کردینا ہرگز جائز نہیں۔

☆ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہندو کافر مشرک ہیں اور ہمیں ممانعت ہے کہ ہم ان کے ساتھ دوستی محبت کا برتاؤ کریں۔

☆ ہندو تہواروں میں ہم قطعاً شرک نہیں ہو سکتے۔(۶)

اس کے بعد مسٹر گاندھی کو یہ ہدایت کی :-

> "یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ خود اس قسم کی تحریکات کی مخالفت کریں اور قوم کو سمجھا دیں کہ مذہب کو سیاست سے بلکل الگ رکھا جائے (۷)۔ تاکہ جو کچھ آثار باہمی رواداری کے نظر آنے لگے ہیں۔ وہ مضبوط بنیاد پر قائم ہوں اور سیل حوادث کا شکار نہ ہو جائیں۔"

فاضل(۸) مصنف نے گائے کی قربانی سے متعلق سیر حاصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تقسیم ہند کی مفصل تجویز پیش کی ہے جو ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں :-

تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز :

اگر ہندو مسلم اتحاد کا ماحصل صرف اسی قدر رہے کہ ہم میں سے چند ہندو پرست اصحاب کو منتخب کر کے ان سے حسب دل خواہ کام لیا جاوے اور انہیں کے ہاتھ سے ہمیں ذبح کیا جائے تو پھر ملکی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے فضول ہیں۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو تو آپ کو افراد کی ذاتی رائے چھوڑ کر ہمارے قومی و اسلامی نقطہ خیال پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوگی اور "بستان وبده" کے اصول پر عمل کرنا ہوگا۔

سب سے پہلے جس بات کی ضرورت ہم محسوس کرتے ہیں جو یہ ہے کہ مذہب کو سیاسیات سے بالکل علیحدہ رکھا جائے تاکہ جانبین کے معتقدات ناجائز دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔ علاوہ بریں جو تہوار و رسوم و جلوس آپ کے مخصوصات میں سے ہیں ان میں قطعاً مسلمانوں کو شریک نہ کیا جائے (۹) نہ

آپ لوگ ہمارے مذہبی امور میں مخل ہوں بلکہ "لکم دین کم ولی دین" پر عمل رہے۔ اگر کچھ عرصہ تک ان باتوں کا لحاظ رکھا جائیگا اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں چاہے وہ قربانی کے متعلق ہو یا نماز و اذان وغیرہ کی بابت، مداخلت نہ کی جائے گی تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ آج جو کشمکش ان دونوں قوموں میں موجود ہے وہ بہت کم ہو جائے گی اور ملکی معاملات میں دونوں ایک دوسرے کے شریک کہو سکیں گے۔

یہاں پر یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مخالفت کی بنا صرف گاؤکشی ہی نہیں ہے بلکہ اردو ہندی کے جھگڑے، نظام سلطنت میں ہمارے حقوق کی مزاحمت، انتخاب جداگانہ سے انکار، سرکاری ملازمت کی کشمکش وغیرہ وغیرہ بھی اپنی اپنی جگہ پر اتحاد کے مدافع ہیں۔ اس لئے یہ اصول تسلیم کر لینے کے بعد کہ مذہب کو سیاست سے علیحدہ رکھا جائے اور جانبین کے معتقدات سے تعرض نہ کیا جائے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایک زبردست کمیشن مساوی التعداد ہندو مسلمانوں کے معتمد علیہ اشخاص کا مقرر کیا جائے۔ جو حسب ذیل اسکیم پر غور کرنے کے بعد ایک قابل قبول اور ممکن العمل فیصلہ کردے۔

☆ ہندوستان کی تقسیم از سر نو قومیت کی بنا پر اس طرح کی جاوے کہ ہر قوم کیلئے بڑے سے بڑا حصہ اس کی آبادی کا علیحدہ کر دیا جائے اور یہ حصہ اس قوم کا حلقہ اثر قرار دیا جائے۔ مثلاً مسلمانوں کیلئے حسب ذیل صوبہ جات بنائے جاسکتے ہیں۔

(الف) صوبہ سرحدی و مغربی پنجاب کے دس اضلاع راولپنڈی اٹک، جہلم، گجرات، شاہ پور، میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور ملتان یکجا کر کے ایک صوبہ بنا دیا جائے۔

(ب) بنگال میں بوگرا، رنگ پور، تاج پور، جیسور، ندیا، فرید پور، ڈھاکہ، راج شاہی، پبنا، میمن سنگھ، باقر گنج، نواکھالی، پڑاؤ، چٹاگانگ کے اضلاع کا دوسرا صوبہ بنایا جائے۔

(ج) سندھ کو ممبئی پریذیڈنسی سے جدا کر کے تیسرا صوبہ بنا دیا جائے۔

☆ یہ بات اصولاً طے کر دیجائے کہ اس تقسیم کے بعد ہر حصہ ملک کا نظم و نسق اس کی کثیر التعداد رعایا کے مفاد کیلئے کیا جائے گا۔

☆ قلیل التعداد اقوام کی حفاظت و ادائے مراسم مذہبی، حقوق ملازمت وغیرہ کیلئے قواعد مرتب کئے جاویں اور ان کیلئے قومی سیاسی اہمیت کی بناء پر حسب ضرورت دارالامن قائم کئے جائیں۔

مثلاً پنجاب میں سکھ بااثر قوم ہے لیکن کسی واحد ضلع میں جو بلحاظ آبادی کے ہندو یا مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس کا حلقہ اثر بنایا جاسکے۔ اس لئے قومی و پولیٹیکل اہمیت کی بناء پر ان کیلئے ایک دارالامن قائم کیا جائے۔ لودھیانہ و امرتسر اس کے لئے بہت موزوں ہیں۔ ان مقامات کا نظام حکومت سکھوں کے مفاد کے لحاظ سے ترتیب دیا جائے۔ سیالکوٹ عیسائیوں کا ملجاء ماوی قرار دیا جائے اور ان کو وہاں وہی حقوق دیئے جائیں جو سکھوں کو امرتسر لودھیانہ میں۔ اسی طرح ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں اسلامی تمدن کے گہوارہ ہیں، مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کیلئے خاص انتظام کی ضرورت ہوگی۔

☆ تبادلہ آبادی کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ قلیل التعداد اقوام کے افراد جو کسی وجہ سے ترک وطن کر کے خود اپنی قوم کے حلقہ اثر میں جانا چاہیں وہ بغیر زیادہ نقصان کے تبدیل سکونت کر سکیں۔

☆ کمشن مجوزہ کا فیصلہ قومی معاہدہ کی صورت میں ترتیب دیا جائے اور گورنمنٹ کے سامنے بطور ملکی مطالبہ کے عمل درآمد کے لئے پیش کیا جائے۔

☆ جس وقت تک اس طرح کا معاہدہ نہ ہو جائے :-

(الف) مسلمانوں کے انتخابات جداگانہ کی مخالفت نہ کی جائے۔

(ب) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب آبادی کی بنا پر قرار دیا جائے۔ اس کی رو سے جن صوبوں میں

مسلمان بلحاظ آبادی کے زیادہ ہیں وہاں بھی ان کے میجارٹی نہیں رہی اور جہاں جہاں قلت تھی وہ بدستور قائم ہے۔ یہ سراسر بے انصافی ہے۔

(ج) مذہبی مناقشات کے انسداد کیلئے قومی پنچایتیں قائم کی جائیں جن میں ہندو مسلمانوں کے نمائندوں کی تعداد مساوی ہو اور ہر قوم کی پنچایت کیلئے وہی لوگ منتخب کئے جائیں جو در حقیقت معتمد علیہ ہوں۔

مہاتما جی! اب میں اس عریضے کو ختم کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ جس دل سوزی سے میں نے اس کو لکھا ہے آپ اس کی قدر کریں گے اور اس کو نہایت غور و تامل کے ساتھ اول سے آخر تک پڑھ کر اپنے خیالات سے اہل ملک کو مطلع فرمائیں گے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ جس پر ملک کی آیندہ ترقی و بہبود کا دارومدار ہے، ہمارے جاہ پسند لیڈروں اور آپ کی قوم کے متعصب افراد کی دست برد سے محفوظ رہے۔ اس وقت ملک میں آپ کا اثر ہے اور آپ سے یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ آپ اسے اہل ہند کے مناقشات دور کرنے میں استعمال فرمائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

آپ کا نیاز مند

محمد عبدالقدیر (۱۰)

حوالہ جات

(۱) Ishtiaq Husain Qureshi: The Struggle for Pakistan, Karachi, 1674, P-116

نوٹ: ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تجویز کا سنہ تصنیف ۱۹۲۰ء تحریر فرمایا ہے۔ جہاں تک راقم کی معلومات کا تعلق ہے یہ تجویز نہ اخبار "ذوالقرنین" میں شامل تھی اور نہ ہی بدایوں اڈیشن (۱۹۲۰ء) میں بلکہ تقریباً پانچ سال بعد ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ اڈیشن میں شامل کی گئی اس لئے اس تجویز کا سنہ تصنیف ۱۹۲۵ء قرار دیا جانا چاہئے---مسعود

(۲) رئیس احمد جعفری، سید: اورق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۱ تا ص ۳۹۰۔

(۳) مکتوب حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی محررہ ۲۳، جنوری ۱۹۶۸ء، از علی گڑھ مشمولہ۔

Al Open Letter To Mahatma Gandhi, Karachi 1970 P. Xii

(۴) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، (بحوالہ اوراق گم گشتہ) ص ۲۵۲۔

(۵) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نا، (بحوالہ اوراق گم گشتہ ص ۳۵۲۔

(۶) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، (بحوالہ اوراق گم تشتہ، ص ۳۵۴، ۳۵۵)

(۷) ایضاً بحوالہ اوراق گم گشتہ، ص ۳۷۰۔

(۸) مذہب کو سیاست سے الگ رکھنے کا وہی مفہوم ہے جو مقصود اسلام ہے یعنی امور جہانبانی میں رعیت کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مسلم سیاست، مذہب سے الگ چیز ہے۔ اسلام ایک ایسا جامع اور وسیع مذہب ہے جس میں سیاست شامل ہے اس لئے سیاست میں شامل ہونے والے ہر شخص کا اسلام محاسب ہے۔ مسعود

(۹) ۱۹۲۰ء ایک ایسا دور ابتلا تھا جبکہ بعض مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کی رو میں بہہ کر ھنود کے تہواروں میں شرکت کی۔ مندروں میں گئے، ارتھیوں کو کندھا دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کام کئے۔ یہاں اسی مذہبی بے راہ روی کا ذکر ہے۔ اسی پس منظر میں اس جملے کو پڑھا جائے کہ "مذہب کو سیاست سے بالکل علیحدہ رکھا جائے" یعنی سیاسی مقاصد کیلئے ھنود کی طرف سے مسلمانوں سے مذہبی شعائر کی قربانی کا مطالبہ نہایت ہی نامعقول ہے۔ اس مطالبے کو سیاسی مقاصد سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے اس کو الگ رکھا جائے---مسعود

(۱۰) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، ص ۵۴ تا ۵۸، مطبوعہ علیگڑھ ۱۹۲۵ء۔

(باقی آئندہ)

تحریر: ڈاکٹر سید حازم محمد محفوظ*

ترجمہ: مفتی محمد ذاکر اللّٰہ حنفی

"حسان العصر"

مولانا محمد احمد رضا خان بن نقی علی خان بن رضا علی خان کا شجرہ نسب ایک افغانی قبیلے "بڑیچ" جو کہ صوبہ قندھار افغانستان کے اطراف میں آباد ہے، سے جا ملتا ہے۔

ان کے آباؤ اجداد قندھار سے برصغیر پاک و ھند میں تشریف لائے اور صوبۂ اتر پردیش کے شہر بریلی میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور دادا مولانا رضا علی خان علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء) اھل سنت والجماعت کے ان اکابرین علماء میں سے تھے کہ جنھوں نے ہمیشہ گمراہ فرقوں کی سرکوبی کیلئے تالیف و تصنیف اور وعظ و تبلیغ اور مناظرہ کے میدان میں بھرپور حصہ لیا۔

مولانا محمد احمد رضا خان کی ولادت ۱۰؍ شوال ۱۲۷۲ ہجری بمطابق ۱۶؍ جون ۱۸۵۶ء بریلی شہر میں ہوئی اور جمعۃ المبارک کے دن ۲۵؍ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۲۱ء وہیں انتقال فرما گئے اور آج بھی ان کا مزار بریلی میں مرجع خلائق ہے۔

مولانا محمد احمد رضا خاں کی زندگی اسلام اور اہل اسلام کی خدمت سے بھری ہوئی زندگی تھی۔ وہ اپنی پرہیزگاری، خشیت الٰہی روشن متصوفانہ مسلک، علمی گہرائی و گیرائی اور آقا و مولا ﷺ کی سچی محبت اور مسلک و عقائد اہل سنت و جماعت کے دفاع کے حوالے سے اپنے معاصرین میں مشہور تھے۔

ان کے ان فتاویٰ اور اجتہادات کو جن کی بنیاد اور اساس قرآن کریم، احادیث مبارکہ، اجماع امت اسلامیہ اور قیاس پر مبنی تھی پاکستان، ہندوستان بنگلہ دیش و افغانستان کے نہ صرف معاصر بلکہ دور جدید کے علماء نے بھی تسلیم کیا۔

محمد احمد رضا خان نے مشہور شیوخ اور جلیل القدر علماء کے سامنے زانوءِ تلمذ تہہ کیا۔

ان کی عمر ابھی چودہ سال کی بھی نہیں تھی کہ وہ علوم درسیہ مروجہ سے فارغ ہوئے اور اسکے بعد انہوں نے اپنے آپ کو مختلف علوم و فنون میں بحث اور مطالعہ کے ذریعے سے حصول کمال کی طرف متوجہ کیا اور حضرت شیخ سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (جو تصوف کے مشہور اور عظیم الشان رجال میں سے ہیں) کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے اسباق طریقت حاصل کئے، اور شیخ نے انہیں اسی وقت عام و تام اجازت و خلافت دے دی مزید برآں اس کے سوا بھی چند صوفی طریقوں (مثلاً طریقہ نقشبندیہ، طریقہ چشتیہ، طریقہ سہروردیہ) کی اجازت و خلافت عطا کی۔

مولانا محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنی علمی زندگی کی ابتداء تصنیف و ارشاد و تدریس اور فتویٰ نویسی سے کی۔ لیکن تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ ان کی زیادہ تر توجہ حنفی مذہب کی مطابق فتویٰ دینے پر مرکوز رہی اور زندگی بھر انکا یہی شغف رہا اور اسی عمل کیلئے انہوں نے شب و روز کے اکثر اوقات خاص کر دیئے اور ایک ہزار سے زائد کتابیں آپ نے مختلف زبانوں میں مثلاً اردو، عربی، فارسی میں ۵۵؍ سے زائد علوم و فنون میں تحریر فرمائیں۔

تین زبانوں میں اشعار کہنے کے علاوہ ایک دیوان جو کہ تین حصوں پر مشتمل ہے "حدائق بخشش" کے نام سے تحریر فرمایا۔

* (شعبۂ اردو لغت و ادب، جامعہ ازھر، مصر)

عربی اشعار پر مشتمل مجموعہ کو آپ کے بعد (حال میں) "بساتین الغفران" کے نام سے مرتب کیا گیا اور فارسی اشعار کو "ارمغان رضا" کے نام سے مدون کیا گیا۔ ان کے تمام اشعار میں جو کہ انہوں نے فارسی، عربی اور اردو زبانوں میں تحریر فرمائے ہیں آپ نے اپنا مشہور شعری لقب (تخلص) "رضا" استعمال کیا ہے۔

نبی پاک ﷺ کی نعت شریف کے سلسلے میں بلکہ پوری اردو زبان میں ان کی سب بڑی نظم سلام رضا کے نام سے مشہور ہے جو کہ اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف سمجھی جاتی ہے جس کا ابتدائی مصرعہ ہے:

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اس کے اردو زبان سے عربی زبان میں منثور ترجمہ کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے اور ہمارے جلیل القدر استاد ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب نے میری شرح پر منظوم عربی ترجمہ کا کام خود انجام دیا۔ نعت گوئی کے سلسلے میں مولانا محمد احمد رضا خان کا مسلک بہت واضح ہے وہ فرماتے ہیں ؂

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

"میں نے حضور علیہ السلام کی نعت گوئی قرآن سے سیکھی ہے"
اس سے مراد "المنظومة السلامية فی مدحة خير البريه" ہے جس کا منظوم عربی ترجمہ جناب ڈاکٹر حسین مجیب صاحب نے شیخ حازم صاحب کو نثری شرح کے بعد کیا یقیناً اکابر معاصرین نے آپ کو عاشق رسول ﷺ کے لقب سے یاد کیا اور عصر حاضر کے علماء کرام اور دینی شخصیات نے آپ کو "حسان العصر" کا خطاب دیا۔

باوجود یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے لئے اپنی پسند کے مطابق "عبد المصطفیٰ" کا لقب اختیار کر لیا تھا اور اسی کو اپنے نام کے ساتھ شہرت دے رہے تھے۔ اور انکا یہ عمل سید عالم ﷺ کے ساتھ ان کے بے پناہ شیفتگی اور کمال محبت کی دلیل ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس سلسلے کو اس حدیث شریف سے استناد فرمایا ہے جس کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اس وقت تک تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں بن سکتا ہے جب تک میں اسے اپنے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں"

حضور نبی اکرم ﷺ کے مقام و منزلت کے حوالے سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کافی کتابیں تحریر فرمائی ہیں یہ وہ مقام ہے کہ جس کی طرف مخلوق میں سے کوئی فرد نزدیک بھی مطلقاً نہیں جا سکتا ہے بطور مثال ہم ان کی چند کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ
(۲) هدی الحيران فی نفی الفئی عن سيد الاکوان
(۳) مبين الهدی فی نفی إمکان مثل المصطفیٰ صلوات الله وسلامه عليه

مزید قابل ذکر کارنامہ قرآن کریم کے الفاظ کا وہ اردو ترجمہ ہے جس کو خود ایک ہی نے بنفس نفیس فی البدیہہ املا فرمایا، جس کا نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا۔ جس کی تعریف و توصیف برصغیر کے اکابر علماء نے فرمائی ہے۔

اب یہاں میں حکیم الأمت شاعر اسلام علامہ محمد اقبال کی رائے اعلیٰ حضرت کی منزلت کے بارے میں پیش کر رہا ہوں جیسے کہ اسکا تذکرہ "مقالات یوم رضا" میں ہوا ہے وہ فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع و ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کے ذہانت، اطانت، جودت طبع، کمال فقاہت، علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں"

☆☆☆

از : پروفیسر مجیب احمد ★

معاشی خود انحصاری

(مولانا احمد رضا کی تعلیمات کی روشنی میں)

آج مسلم ممالک، بالخصوص پاکستان اپنی تاریخ کے جس دوراہے پر کھڑا ہے، یہ اس بات کا منطقی نتیجہ ہے کہ اہل پاکستان نے اپنے اسلاف کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہوا ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی قوم ایسی ہو جو اپنے قائدین اور مفکرین کے افکار و نظریات سے روگردانی کرتی ہوئی ترقی کی منازل طے کر سکے۔ پاکستان میں آج کل جو قومی غیرت وحمیت، خود انحصاری اور خود کفالت کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ صدائیں ہمارے اسلاف کے افکار و نظریات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں وہ خلوص، توانائی اور خود اعتمادی بھی نہیں ہے جو پاکستانی عوام کو جذبۂ تعمیر اور ایثار و قربانی کے لئے راغب کر سکے۔

تحریک آزادی ہند اور تحریک پاکستان میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کا نہایت اہم اور مؤثر کردار رہا ہے۔ جن علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ان تحاریک میں حصہ لیا ان کا مقصد صرف اور صرف ایک اسلامی اور فلاحی ریاست کے قیام کے ذریعے، جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی آزادی اور فوز و فلاح تھا۔ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کا شمار بھی انہی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی فلاح و نجات کے لئے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو انگریزی سامراج اور ہندو سے الگ رہ کر اپنے دینی اور ملی تشخص کو قائم رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی نظریات، قیام پاکستان کے لئے جذبۂ محرکہ ثابت ہوئے تاہم، مسلمانوں کی معاشی رہنمائی اور فلاح کے لئے جو لائحہ عمل انہوں نے مرتب کیا وہ مسلمانوں نے کی روز اول ہی سے در خور اعتنانہ سمجھا، جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک اپنی معاشی اور اقتصادی آزادی کے لئے غیروں کے دست نگر بنے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۲ء میں ایک مختصر رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح"۔ اس رسالہ میں انہوں نے اسلامی قومی انقلاب اور بحالی امت کے لئے چار نکاتی پروگرام پیش کیا۔ جس کی اہمیت و افادیت آج کے دور میں بھی مسلمہ ہے۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ چار نکات یہ ہیں۔

1- علم دین کی ترویج و اشاعت میں حکومت کی جائے۔

2- ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، بچائے جا سکیں۔

★(ریسرچ اسکالر، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد)

3- خوشحال مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک قائم کریں۔

4- مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ان نکات کے ذریعے مسلمان قوم کو براہ راست خطاب کیا ہے کیونکہ حکومتوں کی اپنی سیاسی مجبوریاں اور مفادات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ کسی قسم کی تحریک یا انقلاب کے لئے جدوجہد کرنے سے احتراز کرتی ہیں۔ جبکہ عوام کا معاملہ اس کے برعکس ہے اگر ان کی صحیح طور پر رہنمائی اور ترتیب کی جائے تو وہ بڑے بڑے انقلاب کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔

اہل پاکستان کے لئے ان نکات میں ایک واضح لائحہ عمل اور معاشی خوشحالی اور خود انحصاری کا مکمل پروگرام پنہاں ہے۔ اگر اہل پاکستان اسلامی نظام حیات پر شعوری طور پر ایمان لاتے ہوئے اپنے آپ کو صبغۃ اللہ اور اسوہ حسنہ کے رنگ میں ڈھال لیں تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ان کو فکر معاش سے آزاد کر دے گا۔ اسلامی نظام حیات کی منزل کی جانب سفر میں اولین قدم کے طور پر پاکستان میں اسلامی معاشی نظام رائج کرنا ہوگا۔ حرام ذرائع آمدنی کو مکمل طور پر ختم کر کے حصول رزق حلال کو سہل اور آسان بنا کر "عین عبادت" بنانا ہوگا، اپنی تمام افرادی قوت کو منظم اور متحرک کر کے پیداواری عمل میں شریک کرنا ہوگا تاکہ معاشرے کا ہر فرد اپنی جسمانی، ذہنی اور روحانی صلاحیتوں کو ملک و قوم کی خدمت میں صرف کر سکے۔ مختلف مواقع پر اہل پاکستان نام و نمود کے لئے جو فضول خرچی کرتے ہیں، حکومتی سطح پر جو غیر پیداواری اخراجات کئے جاتے ہیں ان کو ختم کرنا ہوگا۔ بچتوں کو فروغ دینا ہوگا تاکہ انفرادی اور اجتماعی خوشحالی کی راہ ہموار ہو سکے۔

آج کی جدید دنیا میں معیشت کے استحکام کے لئے ایک اچھے اور منظم نظام بینک کاری کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۲ء میں جس نظام بینک کاری کا تصور دیا تھا، اس کی بنیاد اسلامی نظام معیشت پر تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو فضول خرچی سے روکا جائے، ان میں بچت کی عادت کو فروغ دیا جائے تاکہ وہ اپنی بچت، بینک میں جمع کرائیں جس سے مسلمان سرمایہ کار مختلف کاموں میں سرمایہ کاری کر سکیں۔ اس سے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتمائی زندگی میں خوشگوار معاشی انقلاب آئے گا۔ آج اگر مسلم ممالک اور پاکستان کے عوام اپنی بچتیں غیر ملکی بینکوں میں رکھنے کی بجائے، ملکی بینکوں میں رکھیں تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلم ممالک اور پاکستان کو بیرونی قرضے کم سے کم لینے پڑیں گے۔ تاہم اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلم ممالک اور پاکستان میں نظام بینک کاری کو اسلامی نظام معیشت کی روشنی میں از سر نو تشکیل دیا جائے اور ملکی سرمایہ کو ملک میں ہی سرمایہ کاری کے لئے استعمال کیا جائے۔

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چار نکاتی پروگرام میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ مسلمان ملازمت کرنے کی بجائے، سنت رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں تجارت کریں اور صرف مسلمان تاجروں سے ہی خریداری کریں تاکہ ان کی معاشی حالت بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے باہمی دینی و سماجی روابط میں بھی گرم جوشی اور مضبوطی آئے۔

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز نمبر 4 میں مسلم ممالک، خصوصاً پاکستان کے معاشی تحفظ و استحکام،

غیر ملکی اداروں کے استحصال اور اجارہ داری سے نجات حاصل کرنے کا واضح اور ٹھوس طریقہ کار موجود ہے۔ اہل پاکستان اگر آج سے یہ عہد کرلیں کہ وہ صرف اور صرف ملکی مصنوعات ہی خریدیں گے تو اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ عوام میں جذبہ حب الوطنی فروغ پائے گا اور دوسرا اہم فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے ملکی دولت اور منافع ملک میں ہی رہے گا، صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہوگی، زرعی شعبے کو تقویت ملے گی، ذرائع روزگار میں اضافہ ہوگا اور لوگوں کی معاشی حالت میں بہتری آئے گی انفرادی اور اجتماعی گداگری کا خاتمہ ہوگا، ملک میں معاشی استحکام آئے گا۔ جس کا لازمی نتیجہ سیاسی اور سماجی استحکام کی صورت میں سامنے آئے گا۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چار نکات، ایک آزاد اور خود مختار مسلم معاشی مارکیٹ کا خاکہ بھی پیش کرتے ہیں جس کو عملی شکل دینے سے مسلم ممالک عالمی اداروں کے استحصال اور دباؤ سے ہمیشہ کے لئے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر تعلیمات خصوصاً معاشی افکار و نظریات، جن کا براہ راست تعلق خود کفالت اور خود انحصاری سے ہے، ان کے ایک نعتیہ شعر میں بھی یکجا ہو کر سامنے آتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں ؎

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

شعر میں غیر کی ٹھوکر، اور، جھڑکیاں کھائیں، کے الفاظ قابل غور ہیں۔ اگر اہل پاکستان صرف اس شعر کے مطالب و مفاہیم سمجھ کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیں تو وہ بہت جلد خود کفالت اور خود انحصاری کی منزلیں حاصل کرلیں گے۔

فاضل بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ

تحقیق، محمد بہاء الدین شاہ ★

﴿ تیسری قسط ﴾

☆علامہ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بن علوی مکی مالکی حفظہ اللہ تعالیٰ، مدرس (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)۔ آپ نے عقائد اہل سنت کے توضیح و تشریح پر حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، الذخائر المحمدیہ اور مفاھیم یجب ان تصحح جیسی اہم کتب لکھیں جن کے اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء میں اس موضوع پر آپ کی تازہ تصنیف "منهج السلف فی فهم النصوص بین النظرية والتطبيق" ۶۲۴، صفحات پر مشتمل منظر عام پر آئی۔ علاوہ ازیں عید میلاد النبی ﷺ پر اسلاف کی اہم کتب پر تحقیق کر کے انہیں شائع کیا۔ مکہ مکرمہ کے ایک قلمکار زہیر محمد جمیل کتبی (پ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء) نے آپ کے حالات و خدمات پر ایک ضخیم کتاب "المالکی عالم الحجاز" لکھی جو مصر سے شائع ہوئی اور اس میں آپ کو پندرہویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا گیا۔ مولا ضیاء الدین مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ۔(۴۵)

☆ شیخ محمد علی مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس، مفتی مالکہ (۱۲۸۷ھ --- ۱۳۶۷ھ / ۱۸۶۹ء --- ۱۹۴۸ء) آپ امام النحویین، سیبویۃ العصر اور سکائی زماں کے القاب سے جانے گئے۔ مختلف موضوعات پر ۴۴ سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں مسلک اہل سنت کی ترجمانی کی چند کے نام یہ ہیں :

☆انتصار الاعتصام بمعتمد كل منهب من مذاهب الائمة الاعلام

☆سعادة الدارين بيجاة الابويت

☆الصارم المبيد لمنكر حكمة التقليد

☆ضياء الافلاك بحديث لولاك لما خلقت الافلاك

☆القواطع البرهانية فى بيان افك غلام احمد و اتباعه القاديانية

☆المقصد السديد فى بيان خطاء الشوكانى فيما افتتح به رسالة القول المفيد.

☆الورد العلوى اور الهدىٰ التام فى موارد المولد النبوى وما اعتيد فيه من القيام۔

الدولۃ المکیۃ و حسام الحرمین پر تقاریظ لکھیں اور فاضل بریلوی سے خلافت پائی نیز آپ کی مدح میں ساٹھ اشعار کا قصیدہ لکھا جو آخر الذکر کتاب میں مطبوع ہے۔(۴۶)

☆ شیخ محمد مرداد قازانی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) آپ نے مکتوبات امام ربانی کا عربی ترجمہ کیا جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔(۴۷)

☆علامہ سید محمد مرزوقی ابو حسین مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، امام، مدرس (۱۲۸۴ھ --- ۱۳۶۵ھ / ۱۸۶۷ء --- ۱۹۴۶ء) آپ "ابو حنیفہ صغیر" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ الدولۃ المکیۃ و

★(ناظم بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

حسام الحرمین پر تقریظات لکھیں نیز فاضل بریلوی سے خلافت پائی جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

وقد اجازنی الاجازة العامة العظیمة النفع، مولانا بر کة الوجود وزینة الدنیا، تاج العلماء الاعلام صاحب التالیف الکثیرة، والفضائل الشهیرة المولوی الحاج احمد رضا خاں البریلوی رحمة الله رحمةواسعة۔(۴۸)

☆ شیخ محمد بن یوسف خیاط مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس، انڈونیشیامیں وفات پائی، ماہر فلکیات، الدولۃ المکیۃ و حسام الحرمین پر تقاریظ موجود ہیں۔(۴۹)

☆ شیخ محمود شکری نقشبندی حنفی رحمۃاللہ علیہ، ناظر مکتبہ مسجد الحرام، مدرس (۱۲۳۳ھ-۱۳۰۴ھ / ۱۸۱۷ء-۱۸۸۶ء) آپ نے مشائخ نقشبندیہ کی تعلیمات پر ایک کتاب لکھی۔(۵۰)

☆ شیخ مختار بن عطار دجاوی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مدرس (۱۲۷۸ھ---۱۳۴۹ھ / ۱۸۶۱ء---۱۹۳۰ء)، عارف باللہ، آپ کے حلقہ درس میں چار سو تک علماء و طلباء بیک وقت دیکھنے میں آئے الدولۃ المکیۃ پر تقریظ لکھی۔(۵۱)

گذشتہ سطور میں چودھویں صدی ہجری کی مسجد الحرام میں مختلف مناصب عالیہ پر فائز صف اول کے اکتالیس علماء کرام کا فاضل بریلوی سے تعلق یا ان کے معتقدات کا ہلکا سا خاکہ بطور نمونہ پیش کیا گیا۔ ان میں سے متعدد علماء کرام دیگر اہم عہدوں چیف جسٹس، جٹس، مدارس اسلامیہ کے بانی یا مدرسین، اصلاحی و تعمیری اور تعلیمی تنظیموں، اداروں کے رکن یا سرپرست رہے۔ لیکن راقم نے طوالت کے خوف سے ان علماء کرام کی خدمات کا مفصل تذکرہ کرنے کی بجائے ان کے مسجد الحرام سے تعلق کو ہی اپنی تحریر کا موضوع بنایا البتہ حواشی میں ان کے سوانحی ماخذ کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ مذکورہ دور کے پورے عالم اسلام کی فروغ علم، تصنیف و تالیف اور عقائد اسلامیہ کے دفاع کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے کسی بھی مکتب فکر کے منصف مزاج مؤرخ و محقق کے لئے ان علماء کرام کی خدمات جلیلہ کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

مکہ مکرمہ میں رائج دوسرے ذریعہ تعلیم "مدارس" کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو مسجد الحرام سے باہر سب سے قدیم مدرسہ کا نام "مدرسہ سلطان قایتبائی" ملتا ہے جسے مصر کے سلطان ابو النصر سیف الدین قایتبائی محمودی (۸۱۵ھ---۹۰۱ھ / ۱۴۱۲ء---۱۴۹۶ء) نے مسجد الحرام کے قریب ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء میں بنوایا۔ دوسرا مدرسہ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سلطان بنگالہ غیاث الدین نے قائم کیا ان مدارس کے ساتھ غریب طلباء کے لئے قیام کا انتظام بھی کیا گیا تھا اور ان میں مذاہب اربعہ کے مطابق نصاب رائج کیا گیا۔ ایک اور مدرسہ علم و فضل میں مشہور مکہ مکرمہ میں آباد منوفی خاندان(۵۲) کے عالم شیخ عبدالجواد منوفی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۸ھ) نے قائم کیا لیکن اس سے قبل عثمانی خلیفہ سلطان سلیمان نے ۹۷۲ھ / ۱۵۶۵ء میں مذاہب اربعہ کی مناسبت سے مسجد الحرام سے ملحق شمالی جانب چار مدارس قائم کیئے(۵۳) اس دوران حجاج کرام اور اہل ثروت کے تعاون سے مدارس کے قیام کا سلسلہ جاری رہا۔ ابتدائے اسلام سے عثمانی عہد کے آخر تک مسجد الحرام کی ایک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت مسلّم رہی سلطان سلیم عثمانی نے اپنے دور خلافت میں ۹۸۱ھ سے ۹۸۴ھ تک مسجد الحرام کی بڑے

پیمانے پر تعمیر جدید اور توسیع کرائی اور یہ کام ان کے بیٹے سلطان مراد کے دور خلافت میں مکمل ہوا(۵۴)۔ مسجد الحرام کی اسی عظیم توسیع کے بعد غالباً مزید مدارس کے قیام کی ضرورت نہ رہی تا آنکہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں عثمانیوں نے ''مدرسہ رشدیہ'' قائم کیا جس کا نصاب ترکی زبان میں مرتب کیا گیا(۵۵)۔ یہ خلافت عثمانیہ کے زوال کا دور تھا اس دوران مسجد الحرام میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ بدستور درجہ کمال پر رہا لیکن سیاسی زوال کے باعث حکمران بڑھتی ہوئی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مزید مدارس قائم نہ کرسکے۔ اس پر اہل خیر حضرات آگے بڑھے اور چار بڑے مدارس قائم کئے جن کے نام اور سن تاسیس یہ ہیں:

☆مدرسہ صولتیہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء ☆ مدرسہ فخریہ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء ☆ مدرسہ خیریہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء ☆مدرسہ فلاح ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء۔

۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں کلکتہ کی ایک صاحب حیثیت خاتون صولت النساء بیگم حج وزیارت کے لئے گئیں تو ان کی مالی معاونت سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۳ھ---۱۳۰۸ھ / ۱۸۱۷ء---۱۸۹۱ء) کی سرپرستی میں مدرسہ صولتیہ قائم ہوا جو مسجد الحرام کے حلقات دروس کے بعد اس صدی کے نصف اول کے مکہ مکرمہ کی دوسری بڑی درس گاہ ثابت ہوئی۔ مملکت ہاشمیہ حجاز کے پہلے بادشاہ سید حسین بن علی ہاشمی (۱۲۷۰ھ---۱۳۵۰ھ / ۱۸۵۴ء---۱۹۳۱ء) نے اس مدرسہ میں تعلیم پائی نیز اس کے فارغ التحصیل علماء کرام مختلف اہم مناصب مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، شیخ العلماء، شیخ الخطباء الائمہ، مدرس حرم، امام حرم، خطیب حرم، شیخ القراء، جسٹس، چیف جسٹس، وزیر اعظم، رئیس مجلس شوریٰ، شرعی عدالت کے جج اور بیت اللہ کے کنجی بردار وغیرہ پر فائز رہے۔ اسلامی علوم پر متعدد کتب تصنیف کیں نیز مختلف اسلامی ممالک میں مدارس اور تنظیمیں قائم کیں۔(۵۶)

اس مدرسہ کے بانی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے جلیل القدر اہل سنت عالم دین، صوفیٔ کامل، مناظر اسلام، ردعیسائیت پر ''اظہار الحق'' جیسی بے مثل کتاب کے مصنف تھے۔ عثمانی خلیفہ عبدالحمید اور ان کے وزیر اعظم خیر الدین پاشا تیونسی اور خلافت عثمانیہ میں علماء کے اعلیٰ ترین منصب ''شیخ الاسلام'' پر تصنیفات شیخ احمد اسعد مدنی سمیت حکومت کے اعلیٰ عہدیداران مولانا کیرانوی کے قدردانوں میں شامل تھے۔ سلطان عبدالحمید نے آپ کو ایوارڈ ''نشان مجیدی'' پیش کرنے کے علاوہ شیخ الاسلام کی تجویز پر ''پایۂ حرمین'' کا خطاب دیا۔

موجودہ دور میں سعودی حکومت کے اکابر علماء میں سے ایک اہم قلمکار، ندوۃ العالمیہ للشباب الاسلامی (WAMY) کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد الجھنی رقمطراز ہیں:

> ''موجودہ صدی کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالم نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا جس نے دینی علوم کے فروغ میں شاندار خدمات انجام دیں''(۵۷)

ڈاکٹر موصوف نے دو جلدوں پر مشتمل اپنی اس تصانیف میں متعدد مقامات پر بہت سے باتیں بے بنیاد لکھ دی ہیں۔

حوالے و حواشی

(۴۵) علامہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی مدظلہ العالی کے حالات کے لئے مزید دیکھئے : اھل الحجاز ص ۲۸۹-۲۹۱، رجال من مکۃ المکرمۃ ج ۲ اردو میں آپ پر متعدد مضامین پاک و ہند سے طبع ہوئے مثلاً مفتی محمد خان قادری کا مفصل مضمون ڈاکٹر سید محمد مالکی، ایک اور اہم تصنیف "شفاء الفواد فی زیارۃ خیر العباد" کے اردو ترجمہ کے آغاز میں نیز ماہنامہ جہان رضا لاہور میں شائع ہوا۔

علامہ سید علوی مالکی اور ان کے فرزند علامہ ڈاکٹر سید محمد مالکی سعودی عہد میں مسجد الحرام میں مدرس رہے۔ راقم نے یہاں ان کے اسماء گرامی پوری چودھویں صدی ہجری کے اہم مدرسین مسجد الحرام کی حیثیت سے درج کئے ہیں۔

(۴۶) شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و اسناد پر ان کے شاگرد شیخ محمد یاسین فادانی نے کتاب "المسلک الجلی فی اسانید فضیلۃ الشیخ محمد علی" لکھی جسے دار الطباعۃ المصریۃ الحدیثیۃ نے طبع کیا مزید دیکھئے الاعلام ج ۶ ص ۳۰۵، تشنیف الاسماع ص ۳۹۳ - ۳۹۷، الدلیل المشیر ص ۱۷۲-۱۷۷، سیر و تراجم ص ۲۶۰-۲۶۵، نشر الدرر ص ۴۴، فہرس مخطوطات مکتبۃ مکۃ المکرمۃ، پروفیسر ڈاکٹر عبدالوھاب ابراہیم ابو سلیمان وغیرہ دس اہل علم نے مل کر مرتب کی، طبع اول ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء مکتبۃ الملک فھد الوطنیۃ الریاض، ص ۵۴۵ و دیگر صفحات، ماہنامہ المنہل جدہ، شمارہ جولائی ۱۹۴۸ء مضمون بعنوان "علماؤنا المعاصرون - محمد علی مالکی" از قلم ایڈیٹر المنہل شیخ عبدالقدوس انصاری مدنی (م ۱۴۰۳ھ) ص ۳۵۵-۳۵۸۔

(۴۷) شیخ محمد مراد قازانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف الاعلام ج ۷ ص ۹۵ پر ملاحظہ ہو۔ مکتوبات امام ربانی کے مکہ مکرمہ ایڈیشن کا ایک نسخہ مجلس علمی لائبریری کراچی میں موجود ہے

[illegible] علامہ سید محمد مرسوقی ابو حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے : اھل الحجاز ص ۲۸۳-۲۸۴، تشنیف الاسماع ص ۵۰۷-۵۰۸، الدلیل المشیر ص ۳۸۳ - ۳۸۸، سیر و تراجم ص ۲۴۰-۲۴۳، مختصر نشر النور ص ۴۰۲-۴۰۳، نظم الدرر ص ۲۱۱-۲۱۲، ماہنامہ المنہل شمارہ فروری ۱۹۴۶ء، مضمون بعنوان "محمد المرزوق ابو حسین" از قلم شیخ عبد القدوس انصاری مدنی ص ۱۲۹-۱۳۴، معارف رضا کراچی ۱۹۹۹ء ص ۱۹۷۔

(۴۹) شیخ محمد بن یوسف خیاط رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے : الاعلام ج ۷ ص ۱۵۶، سیر و تراجم ص ۱۱۰-۱۱۱، مختصر نشر النور ص ۴۲۹-۴۳۰، نشر الدرر ص ۵۷۔

(۵۰) شیخ محمود شکری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات مختصر نشر النور ص ۴۹۵، نظم الدرر ص ۲۰۴ پر درج ہیں۔

(۵۱) شیخ مختار بن عطارد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے : تشنیف الاسماع ص ۵۴۲-۵۴۴، سیر و تراجم ص ۲۴۵، نشر الدرر ص ۵۷۔

(۵۲) منوفی خاندان کے چند اور علماء کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں : شیخ محمد بن احمد منوفی (م ۱۰۴۴ھ) شیخ محمد بن محمد منوفی (م ۱۰۹۱ھ)، مفتی شافعیہ شیخ سعید منوفی (م ۱۱۲۰ھ)، شیخ زین العابدین منوفی (م ۱۱۵۱ھ)، شیخ تاج الدین منوفی (م ۱۱۵۷ھ)، شیخ حسین منوفی (م ۱۱۶۷ھ) اور شیخ ابراہیم منوفی (م ۱۱۸۷ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب کے حالات مختصر نشر النور اور نظم الدرر میں درج ہیں۔

(۵۳) اھل الحجاز ص ۱۶۷-۱۶۹، الحرکۃ الادبیۃ ص ۱۴۰، مختصر نشر النور ص ۲۳۰-۲۳۱، نظم الدرر ص ۳۶۔

(۵۴) اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۶، اھل الحجاز ص ۱۶۷-۱۶۸

(۵۵) الحرکۃ الادبیۃ ص ۱۴۵

(۵۶) اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۸۶-۳۱۳، المنہل جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۵۲-۱۶۷۔

(۵۷) الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب والاحزاب المعاصرۃ، ڈاکٹر مانع بن حماد الجھنی، طبع سوم ۱۴۱۸ھ، دار الندوۃ العالمیہ للطباعۃ والنشر والتوزیع الریاض، ج ۱ ص ۳۱۱۔

--- (باقی آئندہ) ---

مولانا سید ریاست علی قادری والد سید واحد علی قادری ۲۷ جون ۱۹۳۲ء میں بریلی شریف کے علاقے شاہ آباد میں پیدا ہوئے، سید صاحب کے والدین بھی بریلی کے رہنے والے تھے اور دونوں امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۰ھ) سے بیعت تھے جبکہ سید ریاست علی صاحب امام احمد رضا محدث بریلوی کے فرزند اصغر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۱ء) سے بیعت تھے اور آپ کو تمام سلاسل میں خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔

سید صاحب نے ابتدائی تعلیم محلّہ کے مدرسہ میں حاصل کی اور اسلامیہ ہائی اسکول بریلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا ۱۹۴۸ء میں پاکستان ہجرت فرمائی یہاں پر انٹر میڈیٹ کے امتحان کے بعد انجینئرنگ میں ڈپلومہ کیا اور ٹیلیفون کے محکمہ میں ملازمت اختیار کی۔ جلد ہی ٹریننگ کے سلسلے میں جرمنی تشریف لے گئے واپس آنے کے بعد پاکستان کے مختلف شہروں میں ٹیلیفون کے انجیرنگ شعبہ میں خدمات انجام دیں۔ آخری مرتبہ آپ کا تبادلہ اسلام آباد ہو گیا تھا جہاں دوران ملازمت ہی ۱۹۹۲ء میں دل کا جان لیوا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے اور کراچی شہر کے علاقے سخی حسن کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

دینی و قلمی خدمات:

مولانا سید ریاست علی قادری صاحب مقالہ نگار، محقق اور مبصر ہونے کے ساتھ ساتھ خطیب بھی تھے۔ زمانہ طالب علمی سے مضامین لکھنے کا شوق تھا چنانچہ آپ کے مضامین ومقالات پاک وہند کے متعدد رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے چند اہم جرائد ورسائل کے نام ملاحظہ کریں جس میں سید صاحب کے مختلف عنوانات پر مضامین شائع ہوئے۔

ماہنامہ سنی دنیا بریلی، مشرف کلکتہ، استقامت کانپور، حریت اسلام آباد، نقوش لاہور، مقالات سیرت، روزنامہ جنگ کراچی، نوائے وقت کراچی، روحانی ڈائجسٹ، افق، تاجدار حرم کراچی وغیرہ وغیرہ آپ کے مضامین کی تعداد ۳۰۰ سے زائد ہے۔

سید صاحب کئی اداروں، انجمنوں اور جرائد ورسائل کی سرپرستی فرماتے رہے مثلاً:

۱- مشیر اعلیٰ ماہنامہ نوائے نعت کراچی
۲- ممبر "وفاق الصوفیہ" کراچی
۳- ممبر دائرۃ المصنفین" کراچی
۴- جنرل سکریٹری "تصوف اکیڈمی" کراچی

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام:

سید صاحب نے اپنے چند، انتہائی مخلص دوستوں

کے ساتھ مل کر مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے ایک ادارہ ۱۹۸۰ء میں قائم کیا جس کا ابتدائی نام "ادارہ معارف رضا" تجویز ہوا اس کے بانی اراکین کے نام ملاحظہ ہوں :

.... حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں پیر جو گوٹھ (م ۱۹۸۸ء)

.... حضرت علامہ شمس بریلوی (ستارہ امتیاز) المتوفی (۱۹۹۶ء)

.... علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرپرست اعلیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔

.... حضرت مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی (چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان۔

.... پروفیسر ڈاکٹر ایوب علی قادری (م ۱۹۸۳ء)

.... مولانا محمد شفیع قادری حامدی نائب صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔

.... مولانا فتح محمد رضوی حامدی (م ۱۹۹۳ء)

.... مولانا عبداللطیف قادری نوری۔

ادارہ کے اراکین نے ایک سالنامہ نکالنے پر اتفاق کیا چنانچہ ۱۴۰۱ھ میں ادارہ معارف رضا کے تحت ایک رسالہ "معارف رضا" نکالا گیا جس کے اول ایڈیٹر مولانا اطہر نعیمی صاحب اور سید صاحب تھے جس میں ملکی اور غیر ملکی اسکالرز کے مقالات شائع ہوئے۔ اس رسالے میں دو اہم مقالات تھے ایک مقالہ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صاحب کا بعنوان "فاضل بریلوی کے معاشی نکات تھا جس نے خاص شہرت حاصل کی جس کا بعد میں انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہوا۔ دوسرا مقالہ خود سید صاحب کا تھا جس کا عنوان تھا "امام احمد رضا ایک عظیم سائنسداں "اس مقالے کے ذریعے امام احمد رضا بحیثیت سائنسداں پہلی مرتبہ متعارف ہوئے۔

سید صاحب نے اپنے احباب کے ساتھ مل کر ۱۹۸۱ء میں پہلی امام احمد رضا کانفرنس کراچی میں تھیوسی فیکل ہال (بندر روڈ) پر منعقد کی جس میں شہر کراچی کے ممتاز دانشوروں نے مقالات پڑھے اور ۱۴۰۲ھ میں "معارف رضا" کا دوسرا شمارہ شائع ہوا۔ اس شمارہ کے ایڈیٹر صرف سید صاحب تھے اور یہ شمارہ بھی "ادارہ معارف رضا" کے تحت شائع کیا گیا۔ اس شمارہ کے دو اہم مقالات مندرجہ ذیل تھے :

۱- علامہ شمس الحسن بریلوی "امام احمد رضا کے حواشی کا تحقیقی جائزہ"

۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "عالمی جامعات اور امام احمد رضا"

سید صاحب نے غالباً پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مشورے پر ۱۹۸۳ء میں اس ادارہ کا نام "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" رکھا چنانچہ جب "معارف رضا" کا تیسرا شمارہ ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تو سید صاحب اس کے ایڈیٹر تھے اور ناشر میں "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی لکھا تھا۔ اگرچہ سید صاحب نے ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء میں امام احمد رضا کا ایک حاشیہ در علم لوگارثم پر شائع کیا تھا جس کو آپ نے ہی مرتب فرمایا تھا اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے مقدمہ لکھا تھا اور ناشر میں "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" لکھا ہوا ہے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے اس ادارۂ کا یہ ہی نام رکھا گیا تھا بعد میں ادارہ معارف رضا ہوا اور پھر ۱۹۸۳ء سے یہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ہوا۔

سید صاحب نے امام احمد رضا کا تعارف ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے جدید انداز میں لکھوایا اور اس کو "اجالا" کے نام سے شائع کیا یہ رسالہ اسم بامسمہ ثابت ہوا کہ اس نے تمام عالم میں اجالا ہی اجالا کر دیا اور امام احمد رضا کا نام ہر جگہ متعارف ہوتا چلا گیا اور آج اسی "اجالا" کا فیض ہے کہ ہر جگہ امام احمد رضا پر تحقیقی کام ہو رہا ہے میرا یقین ہے کہ سید صاحب کی قبر بھی اسی

"اجالا" سے روشن ہوئی ہوگی۔

راقم الحروف بھی اس ادارہ میں "اجالا" رسالہ شائع ہونے سے قبل ۱۹۸۳ء میں شامل ہوا اور سید صاحب کے ساتھ تعاون کرتا رہا۔ احقر کے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۹ء) کی جب سید صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ بھی انکے عاشق ہو گئے اور مالی تعاون کے لئے دروازے کھول دیئے جس کے باعث کتب کی اشاعت میں تیزی ہوئی اور احقر کی یادداشت کے مطابق ۱۹۸۳ء-۱۹۸۵ء کے دوران معارف رضا کے علاوہ ۱۰/ سے زیادہ کتب شائع ہوئیں جس میں والد ماجد کا بھرپور تعاون تھا۔

سید صاحب اور دیگر احباب کی خواہش پر ۱۹۸۶ء میں اس کی باقاعدہ رجسٹریشن کرائی گئی چنانچہ اس کی ایک باقاعدہ مجلس تشکیل دی گئی جس میں متفقہ طور پر سید صاحب کو صدر چنا گیا اور ادارہ کا بانی بھی آپ کو ہی قرار دیا گیا اور تاحیات صدر کی منظوری بھی دی گئی اس وقت جو مجلس تشکیل دی گئی اس کی تفصیل ملاحظہ کریں:

صدر وبانی	: سید ریاست علی قادری
سرپرست اعلیٰ	: (۱) علامہ شمس الحسن شمس بریلوی
	: (۲) پرفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
	: (۳) شیخ حمید اللہ قادری حشمتی
	: (۴) سیٹھ بیرسٹر حبیب احمد مرحوم (م ۱۹۸۸ء)
نائب صدور	: مولانا خالد میاں فاخری (م ۱۹۹۸ء)
	: جناب ادیب رائے پوری
جنرل سیکریٹری	: مجید اللہ قادری
جوائنٹ سیکریٹری	: پروفیسر عبدالرحمٰن قادری
فنانس سیکریٹری	: منظور حسین جیلانی (بریلوی نوری)
ممبران	: سید وجاہت رسول قادری (موجودہ صدر ادارہ)
	: عبداللطیف قادری (موجودہ سیکریٹری مطبوعات ادارہ)
	: ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی (موجودہ نائب صدر ادارہ)

سید ریاست علی قادری صاحب جناب منظور حسین جیلانی (بریلوی نوری) کی شمولیت سے بہت خوش تھے انہوں نے جیلانی صاحب سے کہا کہ اب آپ ادارہ کو جدید نہج پر چلائیں چنانچہ جیلانی صاحب نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں استعمال کرتے ہوئے ادارہ کی مطبوعات کی اشاعت پر خاص توجہ دی سب سے پہلے آپ نے "مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس" کے نام سے متعارف کرایا جس کے آپ ۳ سال ایڈیٹر بھی رہے اور مجلّہ سمیت کتب کو خوبصورت سے خوبصورت شائع کرنے میں اہم کردار ادا کیا آپ الحمد للہ آج بھی ادارہ کے لئے ایک اثاثہ ہیں اور ادارہ کے لئے مالی قوت فراہم کرتے رہتے ہیں۔

سید صاحب کی اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ایک اہم خواہش اور پوری کر دی تھی اور وہ تھی ادارہ کی جانب سے ۱۹۹۱ء میں "پہلی بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس" جو کراچی، لاھور اور اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ جس میں بنگلہ دیش، ملائیشیا انڈیا، کویت، امریکہ اور برطانیہ کے اسکالرز نے شرکت کی اور اردو، انگریزی، عربی، بنگلہ زبانوں میں مقالات پڑھے گئے۔

سید صاحب کی ہی زندگی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی ایک مستقل برانچ اسلام آباد میں بھی قائم ہوئی جب ۱۹۸۸ء میں آپ کا ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد تبادلہ ہوا آپ نے وہاں بھی ایک سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا ۱۹۸۸ء سے آغاز کیا اس طرح اب ہر سال دو کانفرنس ایک کراچی اور ایک اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہیں۔

سید صاحب نے جہاں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کو کراچی اور اسلام آباد میں مستحکم کرنے کی بھرپور کوششیں کیں وہیں آپ نے قلم کے ذریعہ بھی کئی اہم مقالات رقم فرمائے اور کئی تالیفات تحریر فرمائیں ملاحظہ کیجئے آپ کے مقالات اور کتب کی ایک فہرست :

مقالات :

آپ ہر سال کانفرنس کے موقعہ پر اپنے خطبہ استقبالیہ میں ایک مقالہ ضرور پیش فرماتے اس طرح ان کی تعداد 15 ہوتی ہے۔

معارف رضا میں ان کے مقالات مندرجہ ذیل ہیں :

...... ایک عظیم سائنسدان ۔ معارف رضا شمارہ اول ۱۹۸۱ء (ایڈیٹر) سید ریاست علی قادری۔

...... امام احمد رضا ایک مسلمان سائنسدان معارف رضا شمارہ دوم ۱۹۸۲ء (ایڈیٹر) سید ریاست علی قادری۔

...... امام احمد رضا اردو کے صاحب طرز انشا پرداز، معارف رضا شمارہ سوم ۱۹۸۳ء (ایڈیٹر) سید ریاست علی قادری۔

...... خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ۔ معارف رضا شمارہ چہارم ۱۹۸۴ء (ایڈیٹر) سید ریاست علی قادری۔

...... امام احمد رضا اپنی تصنیفات کے آئینہ میں معارف رضا شمارہ پنجم ۱۹۸۵ء مرتبین سید ریاست علی قادری، پروفیسر مجید اللہ قادری۔

...... مجدد ملت بحیثیت سائنسداں، حکیم اور فلسفی معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء مرتبین سید ریاست علی قادری و پروفیسر مجید اللہ قادری۔

تالیفات :

...... مفتی اعظم ہند، ۱۹۷۹ء مطبوعہ کراچی

...... ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' (سعی و اہتمام) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۳ء

...... مجموعہ رسائل (مسئلہ نور و سائیہ) (تقدیم) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۵ء۔

...... امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول (مرتبہ) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۴ء۔

...... امام احمد رضا کے نثری شہ پارے (مرتبہ) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۴ء۔

...... لمعات شمس مرتبہ سید ریاست علی قادری ۱۹۸۶ء۔

...... امام احمد رضا اور نظریہ حرکت زمین (مرتبہ) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۳ء۔

...... رسالہ در علم لوگارثم معہ حواشی (مرتبہ) سید ریاست علی قادری ۱۹۸۰ء۔

(باقی آئندہ)

"تحقیرِ علماء کا گناہ"

مرتبہ
پروفیسر علامہ حافظ عبد الباری صدیقی ★

نبی کریم کریم ﷺ فرماتے ہیں :

لَیۡسَ مِنۡ اُمَّتِی مَنۡ لَّمۡ یَعۡرِفۡ لِعَالِمِنَا حَقَّهٗ

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔

مندرج بالا حدیث کو حضرت امام احمد، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

پھر اگر وہ ان عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے تب تو وہ صریحاً کافر ہے اور علم کی وجہ سے تو ان کا ادب فرض مانتا ہے۔ لیکن دنیا کی کسی اور خصومت اور معاملے کے سبب ان کو برا کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے تو ایسا شخص سخت فاسق اور فاجر ہے اور بغیر کسی سبب رنج کے ان کو برا کہتا تو ایسا شخص مریض القلب اور خبیث الباطن ہے اور راس کے کفر کا اندیشہ ہے کہ کہیں مرنے کے وقت وہ کافر ہو کے نہ مرے جیسا کہ خلاصہ میں ہے :

من ابغض عالمامن غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر

جس نے کسی عالم سے بغیر کسی سبب کے بغض رکھا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کی شان بہت ارفع واعلیٰ ہے جیسا کہ امام طبرانی نے سنن کبیر میں حضرت ابی امامہ رضی تعالیٰ عنہ سے یہ روایت لائے کے جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :

لایستخف بحقهم الا منافق بیّن النفاق

ان علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق

رب تعالیٰ ہمیں اپنے علماء کرام کا ادب اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اللہ والرضوان کے مندرجہ بالا ارشادات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک عالم دین کی ایک مسلم معاشرے میں کس قدر اہمیت ہے۔ کاش کہ مسلمانوں کو یہ احساس ہو تا یہ مسلم معاشرہ آج کل اتنی پستی کی طرف جارہا ہے اس لئے کہ اس کے افراد کی نظر میں اپنے حاملین دین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

یہ علماء ہی ہیں کہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں جو نبی کریم ﷺ کی امت کے امین ہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے علمائے کرام سے محبت رکھیں اور ان کی تعظیم کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ : فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۴۰)

شیخ الاکبر امام احمد رضا نے زندگی بھر اسلام کا دفاع کیا

﴿شیخ عبدالقادری فاکہانی﴾

بین الاقوامی تبلیغی واشاعتی تنظیم "جمعیۃ المشاریع الخیریہ الاسلامیہ" بیروت کے امیر علامہ شیخ عبد القادر فاکہانی نے کہا ہے کہ شیخ الاکبر امام احمد رضا ہندی رحمہ اللہ نے زندگی بھر اسلام کا دفاع کیا اور باطل فرقوں کی نشاندہی کی، ان کی ذات عشق رسول اور دنیائے اسلام میں اہل سنت کی علامت ہے اور اہل سنت ہی حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں۔

★ (خطیب وامام، جامع مسجد شاہجہاں، ٹھٹھہ، سندھ)

اردو نثر نگاری اور امام احمد رضا

ڈاکٹر صابر سنبھلی★

جب بھی جدید اردو نثر کی ابتدا، اس کو علمی موضوعات کے اظہار کی زبان بنانے اور اس کو فروغ دینے کی بات آتی ہے، تب اردو نثر کے قارئین، اردو کتابوں کے مرتبین ومصنفین، اردو کے طلبہ سب یہی کہتے ہیں کہ جدید اردو نثر کو سر سید احمد خاں نے جنم دیا، انہوں نے ہی تہذیب الاخلاق کے ذریعے اس کو پروان چڑھایا اور انہوں نے ہی اس زبان کو اس قابل بنایا کہ ہر قسم کے مطالب ادا کر سکے اور انہوں نے اور ان کے رفقاء نے ہی اس کو فروغ دیا۔

سر سید احمد خاں کے گرد اہل قلم کا ایک حلقہ تھا، جس میں مورخ بھی تھے محقق بھی، نقاد بھی تھے انشاء پرداز بھی، ماہرین نفسیات بھی تھے تذکرہ نگار بھی، ناول نگار بھی تھے مترجم بھی، سوانح نگار بھی تھے اور مولوی بھی غرض سر سید اور ان کے رفقاء نے ہر موضوع پر لکھا اور اردو کو فروغ حاصل ہو تا رہا، لیکن ایسا نہیں ہے کہ اردو نثر اپنے فروغ کے لئے انہیں کے قلم کی مرہون منت ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی اور سیر سید احمد خاں کے قلم کی جو لانیوں کا عہد تقریباً ایک ہی ہے لیکن مورخین ادب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ وجہ کچھ بھی ہو، لیکن اب اس کے تدارک کی ضرورت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سر سید احمد خاں سے قبل اردو نثر عربی و فارسی زبانوں کی گرفت میں تھی۔ اور اس نثر کے لکھنے کا مقصد ادائے مطلب سے زیادہ اپنی قابلیت کا لوہا منوانا ہو تا تھا جس سے ابہام کا عیب بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ اس لئے یہ نثر صرف قصہ کہانیوں کے کام کی تھی۔ علمی مطالب اس میں بیان نہیں کئے جا سکتے تھے۔ سادہ اور عاری نثر لکھنا کم علمی کی بات سمجھی جاتی تھی، جبکہ یہی نثر بعد کو علمی کاموں کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ثابت ہوئی۔

موجودہ علمی نثر سر سید احمد خاں کی ایجاد نہیں ہے۔ اگر ہم اردو نثر کے ارتقاء پر غور کریں تو سادہ نویسوں میں سب سے پہلے بادشاہ شاہ عالم ثانی کا نام آتا ہے، جن کی تصنیف "عجائب القصص" اردو میں سادہ نویسی کی پہلی مثال ہے۔ بادشاہ شاہ عالم ثانی نابینا تھے۔ وہ صرف املا کرا سکتے تھے۔ بہر حال اس نثر میں اسلوب کسی کا بھی ہو سادہ نگاری کی ابتدا انہیں سے ہوتی ہے لیکن اس کا دائرہ کار قصہ کہانیوں تک ہی محدود رہا۔ پھر میر امّن کی باغ و بہار کا نمبر آتا ہے۔ یہ کتاب بڑی جاندار اور دلکش نثر میں لکھی گئی ہے لیکن یہ بھی داستان ہی ہے۔ علمی موضوعات کو جس شخص نے سب سے پہلے زبان دی وہ غالب تھا اس نے بعض علمی باتوں کو اپنے خطوط میں بیان کیا۔ گویا جدید

★ (شعبہ اردو، ایم۔ایچ۔(پی۔جی) کالج مراد آباد، انڈیا)

نثر کے موجد یا بانی سر سید احمد خاں نہیں بلکہ مرزا غالب تھے۔ البتہ فروغ دینے والوں میں سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء کے نام قابل ذکر ہیں۔

سر سید احمد خاں کی ولادت ۱۸۱۷ء میں ہوئی۔ پچاس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے انہوں نے جام جم اسباب لغات ہند، تاریخ سرکشی بجنور تصنیف کیں اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ بھی جاری کیا، لیکن یہاں تک ان کی نثر میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس سے ان کی شناخت بنتی ہو ۱۸۷۰ء کے بالکل آخر میں جب انہوں نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا تو جدید نثر کے فروغ کی راہ بھی ہموار ہوئی۔ اس رسالے کے لئے انہوں نے بہت سے مضامین لکھے اور سبھی کی زبان عربی فارسی کے اثر سے آزاد تھی۔ اس سے دوسروں کو بھی تحریک ہوئی اور سادہ نگاری کو تقویت حاصل ہوئی۔

امام احمد رضا کی ولادت ۱۸۵۶ء میں ہوئی اور انہوں نے ۱۴۔۱۵ سال کی عمر میں قلم سنبھال لیا۔ ان کی نثر قطعی علمی (تقدیسی) تھی۔ اس لئے وہ عربی فارسی الفاظ سے تو آزاد نہیں ہو سکتی تھی (اور اب بھی نہیں ہو سکی) لیکن ابہام کے عیب سے قطعی خالی تھی اس لئے یہ بلا شبہ جدید نثر ہے۔ ان کے اردو کی پہلی تصنیف جو اب تک معلوم ہے "معیر الطالب فی شیون ابی طالب" تھی جو ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں لکھی گئی (۱) اور دوسری "مرتجی الاجابات لدعاء الاموات" تھی یہ بھی تقریباً اسی زمانے میں لکھی گئی لیکن شاید دونوں میں سے کوئی شائع نہیں ہو سکی اس طرح ان دونوں کی جدید نثر نگاری کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ فرق یہ رہا کہ سر سید احمد خاں کی تصانیف منظر عام پر آتی رہیں اور امام احمد رضا کی ساری تصانیف اب تک بھی شائع نہیں ہوئی ہیں۔

امام احمد رضا سے پہلے بھی تقدیسی نثر لکھی گئی۔ دکن کی کاوشیں تو کسی طرح جدید نثر نہیں کہی جا سکتیں اسی طرح شمالی ہند میں شاہ عبد القادر کا ترجمہ قرآن یا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رسالے جدید نثر سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ البتہ مولانا فضل رسول بدایونی، اعلیٰ حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی، امام احمد رضا کے والد ماجد قدوۃ المحققین مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اردو کی تقدیسی نثر لکھی، لیکن ان تینوں بزرگوں کی کاوشیں بھی قدیم اور جدید نثر کے مابین پل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سر سید احمد اور امام احمد رضا کے عہد میں کچھ اور لوگ بھی نثر لکھ رہے تھے۔ مولوی قاسم نانوتوی کی ایک کتاب "تحذیر الناس" راقم السطور کی نظر سے گزری ہے۔ فقیر کو علمیت میں کوئی دخل نہیں، لیکن تھوڑی بہت فارسی سمجھ لیتا ہے اس کے باوجود تحذیر الناس" جو اردو کی کتاب بتائی جاتی ہے سر سے گزر گئی۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی نثر کوئی پہچان نہیں بنا پائی۔ یوں بھی ان دونوں کی نثر بچکانہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اردو کی جدید علمی نثر کے فروغ کا کام سر سید احمد خاں اور امام احمد رضا نے ہی کیا ہے لیکن اس بارے میں ایک کا نام مشہور ہو گیا دوسرے کا مسطور رہا۔

ذرا ان دونوں کی نثر کی کمیت پر بھی نظر ڈالئے۔ امام احمد رضا کی اردو تصانیف ابھی تک شمار کے دائرے میں نہیں آسکی ہیں۔ یہ بلا شبہ سیکڑوں ہیں اور ہزار ہا صفحات پر محیط ہیں۔ سر سید احمد خاں نے بھی بہت لکھا۔ حالی، شبلی، نذیر احمد اور سر سید کے دوسرے رفقاء نے بھی بہت لکھا۔ ان کے ہم عصروں میں منشی محمد حسین آزاد بھی ان سے پیچھے نہ رہے۔ لیکن ان میں کسی کا کام بھی امام احمد رضا کے برابر نہیں ہے، بلکہ ان

میں چند مصنفین کی تصانیف بھی امام احمد رضا کی تصانیف کے برابر نہیں ہوتیں۔ اس لئے اگر صفحات کی تعداد کو بھی دیکھا جائے تب بھی امام احمد رضا کا نمبر سر سید سے اوپر رہتا ہے۔

کیفیت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جتنے علوم میں تنہا امام احمد رضا نے تصانیف کیں اتنے علوم میں سر سید احمد خاں اور ان کے تمام رفقاء نے بھی نہیں کیں، بلکہ اس سے آدھے علوم بھی نہیں کیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ سر سید اور ان کے ہم عصروں کی نثر جاندار سہی، لیکن سر سید کا ہر نقاد کہتا ہے کہ ادائے مطلب کے لئے سر سید احمد خاں قواعد پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے یا ادائے مطلب پر صحت زبان کو قربان کر دیتے تھے۔ شبلی کے "موازنہ انیس و دبیر" میں زبان کی غلطیوں کی نشاندہی میر افضل علی "صاحب رد الموانہ" نے کی۔ مولوی نذیر احمد کی تصنیف "امہات الامہ" میں محاوروں کے غلط استعمال کی وجہ سے تعریف تنقیص میں بدل گئی اور کتاب کی جلدوں کو چوراہے پر رکھ کر جلادیا گیا۔ امام احمد رضا کی کمیاں تلاش کرنا اگر چہ کچھ لوگوں کی زندگی کا نصب العین ہے۔ انہیں اگر کوئی غلطی یا کمی نہیں ملتی تو صحیح بات کو غلط کہہ کر تشہیر کرتے ہیں، لیکن ان کی نثر میں کوئی لفظی، محاوراتی، قواعد یا اسلوب کی غلطی کی نشاندہی ابھی تک نہیں کی جاسکتی ہے۔

اب ایک اور پہلو پر غور فرمایئے۔ حالی کی نثر بلا شبہ جاندار ہے۔ شبلی کی نثر کی رنگینی دل کو کھینچتی ہے۔ حسن اور کشش کو دیکھئے تو منشی محمد حسین آزاد کی نثر کا جواب ملنا مشکل ہے مہدی انصاری کا کام اگر چہ تھوڑا ہی ہے لیکن اس نے جو کچھ لکھا ادب العالیہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اب یہ بھی دیکھے کہ یہ لوگ کس طرح لکھتے تھے۔ لکھتے اور بار بار درست کرتے تھے۔ بعض جملوں اور پیراگرافوں کو کئی بار کاٹ کاٹ کر لکھتے تھے۔ منشی محمد حسین آزاد کی نثر کے بارے میں تو اس طرح کے شواہد موجود ہیں جو لوگ نثر نویسی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک بار لکھی ہوئی عبارت حسن اور دلکشی لانے کی غرض سے اور ادائے مطلب کی خاطر بار بار لکھی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ چھپتے وقت تک صحت کا عمل جاری رہتا ہے۔ یورپین ادیبوں کے بارے میں بھی اس طرح کے شواہد ملے ہیں۔ تو کیا امام احمد رضا بھی ایسا ہی کرتے تھے؟ سوچئے اور غور کیجئے کہ ان کے پاس اتنا وقت لہاں تھا جس شخص نے اتنا زیادہ لکھا ہو اس کو اتنا وقت مل بھی کہاں سکتا تھا۔ وہ تو ایک وقت میں دو دو تین تین آدمیوں کو الگ الگ مؤضوعات پر املا کراتے تھے اور قرآن کریم ترجمہ تو گویا چلتے پھرتے بھی کیا ہے، لیکن کیا مجال کہ جملوں میں کہیں کوئی بے ربطی ہو یا عبارت میں کہیں کوئی جھول ہو طویل طویل رسائل تصنیف کیئے نہ پہلے سے کوئی خاکا بنایا نہ Synopsis نہ پلان۔ لکھنا شروع کر دیا تو لکھتے چلے گئے اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔ کوئی معمولی سے معمولی بات بھی باقی نہیں رہ گئی جو لکھ نہ دی ہو۔ پھر پڑھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک رسالہ لکھنے سے پہلے ہفتوں بلکہ مہینوں کتابوں کو الٹا پلٹا ہوگا۔ پہلے مبیضہ کیا ہوگا، پھر اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے مسودہ تیار کیا ہوگا اور اس طرح ایک ایک رسالے کی تصنیف میں مہینوں لگے ہوں گے۔ لیکن ایسا سوچنے والا سوچتا رہے۔ یہاں تو ایک رسالے کی تصنیف کا اوسط چند روز ہی آتا ہے اگر وہ اس طرح لکھتے جس طرح عام مصنفین لکھتے ہیں تو کیا اتنا کام ممکن تھا جتنا انہوں نے کیا ہے۔ جواب ہوگا ہر گز نہیں۔ غور کیجئے تو اردو ادب کی تاریخ میں اس طرح قلم بر داشتہ لکھنے والا صرف ایک شخص اور ہوا ہے اور وہ تھا پنڈت رتن ناتھ سرشار "صاحب فسانہ آزاد" لیکن وہ فکشن کا ہی مرد میدان تھا اور اس کے یہاں بے ربطی بھی بہت پائی جاتی ہے۔ باقی آئندہ

(چوتھی قسط)

سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

(گزشتہ قسط میں برصغیر پاک وھند اور بنگلہ دیش کے جامعہ ازھر میں زیر تعلیم ان علماء کرام کے اسماء گرامی تحریر ہونے سے رہ گئے تھے جنہوں نے قاھرہ ایئرپورٹ پر ہمارا استقبال کیا تھا وہ درج ذیل ہیں:

پاکستانی طلباء: مولانا قاری فیاض الحسن جمیل صاحب، مولانا حافظ منیر صاحب، مولانا شہباز قادری صاحب، جناب محمد احمد منیر مغل ابن جسٹس منیر مغل (عدالت عالیہ لاہور)، مولانا حافظ اشفاق صاحب، مولانا خطیب احمد صاحب۔

بنگلہ دیش: مولانا شائستہ خان صاحب، مولانا جسیم الدین صاحب، مولانا کمال الدین صاحب۔

ہندوستان: مولانا تاج محمد صاحب، حفظہم اللہ تعالیٰ)

ہم نے مسجد حسین میں دیکھا کہ جگہ جگہ حلقۂ ذکر منعقد ہے، احباب طریقت اپنے اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے گرد ذکر و اذکار، یا تلاوت دلائل الخیرات یا نعت خوانی میں مشغول تھے۔ صاحب سلسلہ شیخ اپنے مریدوں میں وعظ و تلقین بھی کر رہے تھے، اور سید عالم ﷺ کے فضائل و کمالات بھی بیان فرما رہے تھے ساتھ ہی ساتھ اہل سنت کے عقائد کی حقانیت اور ردوہابیت پر بھی قرآن و حدیث سے دلائل دے رہے تھے۔

قیام قاھرہ کے دوران یہاں کی جس مسجد میں بھی ہمیں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہمارا یہی مشاھدہ رہا، بعد نماز مغرب یا عشاء کم از کم دو یا تین جگہوں پہ پُر رونق محفلیں منعقد ہوتی ہیں لیکن خاص بات یہ ہے کہ ہر جماعت اپنے اپنے طریقہ پر ذکر و فکر اور میلاد کی محفل منعقد کرتی ہے، لیکن یہ سب پرامن طور پر ہوتا ہے ان مختلف سلسلہائے طریقت کے افراد کا کبھی باھم کوئی تنازعہ، جھگڑا فساد یا لعن طعن کا منظر دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔ سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بزرگوں اور شیخ طریقت کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

دوسری خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ پورے قاھرہ اور غالباً پورے مصر میں شیعوں کی کوئی مسجد نہیں ہے اگر چہ کئی سو سال یہاں ان کی (خلافت فاطمیہ کی) حکومت رہی ہے اس کے علاوہ قاھرہ کی ہر مسجد میں پانچوں وقت اذان کے بعد سید عالم ﷺ پر اسی طرح درود و سلام کے صیغے پڑھے جاتے ہیں جس طرح پاک و ھند میں اہل سنت کی مساجد میں یہ معمول ہے بلکہ اہل قاھرہ درود و سلام کے زیادہ طویل صیغے پڑھتے ہیں اور اس میں آل اطہار خصوصاً سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اسم گرامی شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح سوائے ایک مسجد کے جس کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے پورے قاھرہ میں تمام مساجد بحمد اللہ اہل سنت کی مساجد ہیں وہابیوں کی کوئی مسجد نہیں ہے۔

دوسرے دن یعنی ۷ ر ستمبر ۱۹۹۹ء کو تقریباً ۱۰ ر بجے صبح دکتور رزق مرسی ابو العباس حفظہ اللہ تعالیٰ، استاذ شعبۂ عربی ادب، جامعہ ازھر، ہوٹل میں ہم سے ملاقات کے لئے اپنے نو عمر صاحبزادے کے ساتھ تشریف لائے۔ دکتور رزق مرسی صاحب

مولانا ممتاز احمد سدیدی ابن علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ام۔ فل (ماجستیر) کے مقالہ "امام احمد رضا عربیاً شاعراً" کے مشرف (نگراں) تھے۔ وہ اگر چہ ظاہری بصارت سے محروم ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک صاحب بصیرت اور صاحب علم شخصیت ہیں۔ وہ اہل علم کے قدر دان اور اہل اللہ سے غایت درجہ محبت کرنے والے ہیں، صاحب طریقت بھی ہیں اور بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں۔ خود ان کا اسم گرامی بھی ان کی خاندانی شرافت و کرامت کا ثبوت ہے۔ یعنی ان کا نام سیدنا امام شرف الدین بوصیری (علیہ الرحمۃ) صاحب قصیدہ بردہ شریف کے مرشد اور استاذ گرامی، السید رزق مرسی ابو العباس علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی پر رکھا گیا ہے۔ رزق مرسی صاحب اپنے ساتھ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کے ام۔ فل کے مقالے کی کاپی بھی لیکر آئے تھے ان کے ساتھ کافی دیر تک ہماری گفتگو رہی، خاص طور سے حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب سے بڑی دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے خصوصاً اس مقالے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اور ان کی عربی شاعری کے حوالے سے۔ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب بھی آگئے تھے اور وہ بھی شریک گفتگو تھے چند پاکستانی، ھندوستانی اور بنگلہ دیشی طلباء بھی اس وقت ہم لوگوں سے ملاقات کی غرض سے آگئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں مولانا قاری فیاض الحسن اور مولانا ثناء اللہ (پاکستان) مولانا محمد عرفان (بہار، ھند) مولانا گل محمد صاحب، فاضل دار العلوم نظام الدین اولیاء دہلی (مقبوضہ کشمیر) اور مولانا کمال الدین (بنگلہ دیش)، علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے دکتور مرسی صاحب کا اپنے صاحبزادے مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کے مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں ان کی ذاتی دلچسپی اور مقالے کی ترتیب و پیش کش اور تحقیقی مزاج کے مطابق اسے مرتب کرنے کے بارے میں ان کی خصوصی توجہ اور رہنمائی پر ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں پاکستان آنے کی دعوت بھی دی جو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمالی۔

دکتور مرسی صاحب نے ہمیں اپنے گھر پر آنے اور کھانا تناول کرنے کی دعوت دی جو ہم نے اس شرط پر قبول کرلی کہ تاریخ اور وقت کا تعین اپنے پروگرام دیکھنے کے بعد ہوگا۔ جناب دکتور رزق مرسی صاحب کے چلے جانے کے بعد ہم لوگ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کے ہمراہ استاذ فتحی نصار صاحب، مالک "الدار الثقافیہ للنشر" سے ملاقات کے لئے ان کے دفتر گئے جو ایئرپورٹ روڈ پر واقع ایک ۱۸ منزلہ عمارۃ کی غالباً چوتھی منزل پر واقع ہے۔

فتحی نصار صاحب نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا، ہمیں ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی اس لئے کہ ہم نے ان کو صاحب علم، صحیح العقیدہ، خلیق اور علم دوست انسان پایا انہوں نے ہماری دوبار قہوہ (بغیر دودھ کی چائے) سے ضیافت کی۔ وہاں مصر بلکہ بلاد عرب کی عظیم شخصیت دکتور حسین مجیب حفظہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید، محقق تراث اسلامی، استاذ محمود جیرۃ اللہ صاحب اور صاحبزادہ محمد ولید ابن فتحی نصار بھی موجود تھے۔ کچھ ہی دیر بعد استاذ حازم محمد احمد المحفوظ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ فتحی صاحب کے صاحبزادے ولید صاحب نے دار الثقافہ کے مکتب کا معائنہ کرایا۔ اندازہ ہوا کہ یہ قاہرہ کا ایک بڑا طباعتی ادارہ ہے۔ فتحی نصار صاحب نے ہمیں امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کے "سلام" کا منظوم عربی ترجمہ معنون بہ "المنظومۃ السلامیہ فی مدح خیر البریہ" (مترجم دکتور حسین مجیب مصری) کا ایک نسخہ عطا فرمایا اس کے علاوہ لغت قرآن کی ایک نئی تصنیف کا ایک ایک نسخہ بھی ہمیں پیش کیا۔ (باقی آئندہ)

امّن میاں

﴿چوتھی اور آخری قسط﴾

از : اقبال احمد اختر القادری

امّن میاں کے فتوؤں کی کتاب "فتاویٰ رضویہ" جو کہ بڑے سائز کی بارہ جلدوں پر مشتمل ہے ، نہ صرف بر صغیر پاک و ہند بلکہ دنیائے اسلام میں ایک اہم مقام رکھتی ہے --- اس کتاب میں تقریباً ہر قسم کے سوالات اور پھر قرآن و حدیث اور جدید علوم کی روشنی میں ان کے تفصیلی جوابات تحریر ہیں ، جس کی روشنی میں ہم اپنی روزمرہ زندگی کی مشکلات کے حل تلاش کر سکتے ہیں --- شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال نے جب یہ کتاب دیکھی تو حیرت سے پکار اٹھے کہ ؎

"میں نے دور آخر میں ان جیسا فقیہہ نہیں دیکھا ، یہ جو رائے ایک بار قائم کر لیتے ہیں اسے دوبارہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنا موقف ہمیشہ خاصی سوچ وبچار کے بعد اختیار کرتے ہیں ---"

امّن میاں نے سب سے پہلا فتویٰ فقط آٹھ سال کی عمر میں تحریر کر کے لوگوں کو حیران کر دیا تھا پھر باقاعدہ فتویٰ لکھنا چودہ سال کی عمر سے شروع کیا --- امّن میاں نے نہایت ہی کم عمری سے ہی فتویٰ نویسی میں شہرت حاصل کر لی تھی اور بعد میں تو پورے ہندوستان میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا جس کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ امّن میاں کے ہاں ایک وقت میں تقریباً پانچ پانچ سو سوالات جمع ہو جاتے اور وہ اسی وقت سب کا جواب دیتے اور جواب بھی ایسا کہ جس زبان میں سوال ہوتا اسی زبان میں جواب دے کر سوال کرنے والے کو مطمعن کر دیتے۔

امّن میاں کو ہمارے پیارے نبی ﷺ سے بے حد عشق تھا ، آپ ہر وقت محبت رسول ﷺ سے سرشار رہتے تھے اور یہی وجہ کہ آپ کا ہر کام شریعت اور سنت رسول کے مطابق ہوتا تھا --- امّن میاں جب عشق رسول ﷺ میں بیتاب ہوتے اور اپنے نبی ﷺ کی یاد تڑپاتی تو آپ اپنے بے قرار دل کی تسلی کیلئے نعتیہ اشعار کہتے --- امّن میاں کی بہت ساری نعتیں بہت مشہور ہیں اور ہر جگہ پڑھی جاتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں --

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب بالا و والا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

اَمّن میاں کے نعتیہ سلام کو تو ایسا قبول عام نصیب ہوا کہ آج نہ صرف بر صغیر پاک و ہند بلکہ پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں اَمّن میاں کا یہ سلام ضرور پڑھا جاتا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اَمّن میاں نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی شان میں بہت ساری نعتیں لکھی ہیں جو کہ ان کی نعتوں کی کتاب "حدائق بخشش" میں چھپی ہوئی ہیں، اَمّن میاں کی یہ کتاب بھی کتابوں کی دکانوں پر آسانی سے مل جاتی ہے، ہمیں چاہیے کہ دلوں میں اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کا سچا عشق پیدا کرنے کیلئے اَمّن میاں کی عشق و محبت سے بھری نعتیں پڑھیں اور سنیں تاکہ اَمّن میاں کی طرح ہمارے دل بھی عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو جائیں---کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ اَمّن میاں کون تھے-؟

یہ اَمّن میاں وہی ہیں جنہیں دنیا آج "اعلیٰ حضرت" ---"امام اہل سنت"---"فاضل بریلوی"---"مجدد دین و ملت"---اور "امام احمد رضا" کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے---آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے قول و فعل اور ہر معاملہ میں امام احمد رضا کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کریں اور اس کا بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کے حالات اور خدمات کا مطالعہ کریں---ہمیں اپنے اسکول اور مدارس کے اساتذہ سے امام احمد رضا کے متعلق سوالات کرنا چاہیے---ہمیں اخبارات اور رسائل میں ایسے مراسلات شائع کروانا چاہیے جن میں امام احمد رضا کی خدمات کو نصاب میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو---ہمیں اپنے بڑوں سے امام احمد رضا سے متعلق معلوماتی کتابیں منگوا کر خود بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنے دوستوں کو بھی ترغیب دینا چاہیے کہ وہ امام احمد رضا اور اپنے دیگر بزرگوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے رہیں تاکہ ان بزرگوں کی طرح ہماری مستقبل کی زندگی بھی روشن و تابناک ہو جائے---

آج دنیا پریشانی کے عالم میں ہے---ایسے میں امام احمد رضا کی تعلیمات ہمارے لئے مینارۂ نور ثابت ہونگی---امام احمد رضا کی زمانے پر ہی نظر نہیں تھی---بلکہ وہ اپنے زمانے سے آگے بلکہ بہت آگے سوچتے تھے---ان کی کتب و رسائل میں موجودہ زمانے کے تمام مسائل کا ذکر موجود ہے لہذا ضرورت ہے کہ ہم ان سے بھرپور استفادہ کریں---

امام احمد رضا کی تعلیمات سے آگاہی کا بہترین ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہم ہر ماہ پابندی سے ماہنامہ "معارف رضا" کراچی کا مطالعہ ضرور کیا کریں---

آپ بھی لکھئیے نا!

معارف رضا میں دو صفحات بچوں اور طالب علموں کے لئے وقف کئے گئے ہیں لہذا ہم تمام بچوں (خواہ وہ اسکول کے طالب علم ہوں یا دینی مدارس کے) "معارف رضا" میں لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اسلامی اور معلوماتی عنوان پر آپ بھی مضمون لکھ کر ہمیں ارسال کریں ہم خود ہی صحیح کر کے شائع کر دیں گے۔ سوچنا کیسا، آپ بھی لکھیے نا---!

کتبِ نو
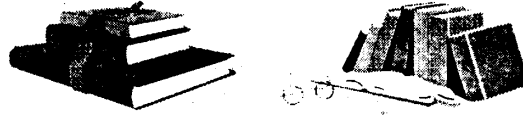
نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں (سید محمد خالد قادری)

"ذات مصطفیٰ کا وسیلہ شرک نہیں"

تصنیف...... علامہ محمد زاہد الکوثری المصری

صفحات...... 40 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... صفہ اکیڈمی، مدینہ مارکیٹ دبئی چوک، صدر لاہور کینٹ۔

"اسلام اور خدمت خلق"

از...... علامہ مفتی محمد خاں قادری

صفحات...... 32 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... صفہ اکیڈمی، مدینہ مارکیٹ دبئی چوک، صدر لاہور کینٹ۔

"امامت اور عمامہ"

تصنیف...... علامہ مفتی محمد خان قادری

صفحات...... 16 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... صفہ اکیڈمی، مدینہ مارکیٹ دبئی چوک، صدر لاہور کینٹ۔

"احمد رضا حنفی" (سندھی)

تحریر...... اقبال احمد اختر القادری

ترجمہ...... محمد جاوید رضا قادری رضوی

صفحات...... 16 ، ہدیہ...... 6/=

ناشر...... اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5-B-2، نارتھ کراچی۔

"راہ بخشش" (منتخب نعتیں)

صفحات...... 240 ، ہدیہ...... 32/= روپیہ

(دو رنگی طباعت اور خوبصورت رنگین سرورق)

ملنے کا پتہ...... المختار پبلی کیشنز، ۲۵، جاپان مینشن ریگل صدر، کراچی۔

"امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ"

مؤلف...... مولانا قمر الزماں مصباحی

صفحات...... 64 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... رضا دار المطالعہ، پوکھریرا، سیتامڑھی (بہار) انڈیا۔

"فتاویٰ مصطفویہ"

تصنیف...... مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان

تقدیم...... مفتی جلال الدین امجدی ترتیب...... مفتی محمد ابرار احمد امجدی

صفحات...... 700 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... رضا اکیڈمی، 26، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی نمبر ۳، انڈیا۔

"معمار پاکستان"

از...... ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری تقدیم...... ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات...... 32 ، ہدیہ...... 10/= روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... رضا اکیڈمی، مسجد رضا، محبوب روڈ چاہ میراں لاہور۔

"اَمّن میاں"

از...... اقبال احمد اختر القادری

صفحات...... 16 ، ہدیہ...... 5/= روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... رضا اکیڈمی، مسجد رضا، محبوب روڈ چاہ میراں لاہور۔

"امام احمد رضا اور عالم اسلام"

تالیف...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات...... 196، (رنگین آرٹ سرورق) ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... ادارۂ مسعودیہ، 5-E , 6/2 ناظم آباد، کراچی

"عید کونین" (فارسی)

از...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ترجمہ...... پروفیسر سید محمد ضیاالدین طہرانی

صفحات...... 8 ، ہدیہ...... درج نہیں

ناشر...... ادارۂ مسعودیہ، 5-E , 6/2 ناظم آباد، کراچی

امام احمد رضا، ہمہ جہت سائنس داں

تحریر...... ڈاکٹر عبد القدیر خاں

مفت ملنے کا پتہ...... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔

دور ونزدیک سے

مرتبہ : شیخ زیشان احمد قادری

مولانا بدیع العالم رضوی (بنگلہ دیش) امسال چاٹ گام کے نامور مسلم انسٹی ٹیوٹ میں سالانہ "اعلیٰ حضرت کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا۔ ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی، عربی، اردو اور بنگلہ زبانوں میں نعتیں پیش کی گئیں۔ علماء و مشائخ کے علاوہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور طلباء بھی کافی شریک تھے اس موقع پر عالمی نوعیت کا چار زبانوں میں ایک خوبصورت مجلّہ بھی شائع کیا گیا جس میں حکومت بنگلہ کے دو منسٹروں کے علاوہ دیگر اہل علم کے پیغامات اور مقالات شامل ہیں ☆ **علامہ فیض احمد اویسی رضوی** (بہاولپور) "معارف رضا" برابر مل کر نگاہوں کو منور کر رہا ہے۔ فقیر چونکہ مصروف ہے اس لئے خط لکھنے میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ "معارف رضا" کیلئے ایک مضمون بھیجا ہے اس پر نظر فرمائیں ☆ **ڈاکٹر امجد رضا خاں** (پٹنہ، انڈیا) خدا بخش لائبریری پٹنہ کیلئے آپ نے کتابیں بھیجدیں، شکریہ میں وہاں پہلے سے موجود اپنی جتنی کتابیں ہیں ان کی فہرست بنارہا ہوں عید کے فوراً بعد "امام احمد رضا سیمنار" کا پروگرام ہے "امام احمد رضا اور سائنس" کے تعلق سے مقالات کی کتابت ہو رہی ہے یہ اور بقیہ تمام مقالات کو اس موقع پر منظر عام پر لانے کی کوشش کریں گے۔ امام احمد رضا اور سائنس کے حوالے سے مزید مقالات ارسال فرمادیں، جتنے مقالات آپ نے پہلے ارسال فرمائے ہیں اگر اتنے ہی اس عنوان پر دستیاب ہو جائیں تو کتابت کا کام جلد مکمل ہو جائے گا، عرس مارہرہ شریف میں قبلہ سید وجاہت صاحب تشریف لائیں تو یہ مقالات اور کچھ کتب روانہ فرمادیں۔ الدولۃ المکیہ میں جو عروضی بحث ہے میں اس پر کام کر رہا ہوں یہ میری تھیسس کیلئے بھی معاون ہوگا میرے تمام کرم فرماؤں سے میرا اسلام محبت عرض کردیں حضرت مفتی مطیع الرحمٰن قبلہ آپ سبھی حضرات کو سلام پیش کرتے ہیں ☆ **فاروقیہ بکڈپو،** (جامع مسجد دہلی، انڈیا) اعزازی طور سے ماہنامہ "معارف رضا" پابندی سے موصول ہو رہا ہے جس کیلئے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی علمی، تحقیقی اور ادبی کاوشیں ہر طرح لائق تحسین و آفرین ہیں اور اس دور میں صحیح معنوں میں مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی صحیح ترجمانی آپ کا ادارہ کر رہا ہے۔ رسالے کے سبھی مضامین علمی مواد سے لبریز ہوتے ہیں جو قاری کو اپنی طرف موہ لیتے ہیں ایک کے بعد دوسرے رسالے کا شدید انتظار رہتا ہے اللہ رب العزت ادارہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے نیز شمارہ سے منسلک سبھی کو عمر خضر عطا فرمائے (آمین) ☆ **ملک الظفر سہسرامی** (مدیر، سہ ماہی الکوثر، سہسرام، بہار، انڈیا) "معارف رضا" کا ہر شمارہ موصول ہو کر فرحت و انبساط کا سبب بن رہا ہے ماشاء اللہ مضامین کے انتخاب میں آپ روز افزوں ترقی پر گامزن ہیں رب قدیر اس اشاعت نو میں آپ حضرات کے حوصلوں کو تازہ رکھے تاکہ دین کے فروغ میں اس سے تعاون رہے ☆ **محمد بہاء الدین شاہ** (چکوال) اللہ تعالیٰ ادارہ کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور جملہ احباب کو سلامت رکھے آمین، "معارف رضا" موصول ہو رہا ہے۔ میرے مضامین کیلئے صفحات بڑھائیے تاکہ مجھے بھی تحریک ملے اور قلم تیزی سے چلے ان دنوں فاضل بریلوی کے دو مکی خلفا شیخ اسعد دھان اور شیخ عبدالرحمٰن دھان پر مضمون شروع کر رکھا ہے اور بہت سے عرب علماء پر لکھنا باقی ہے، دو مضامین آپ کے پاس پہنچ چکے ہونگے، میرے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے، ادارہ کے تمام احباب کرام کو سلام عرض ہے ☆ **محمد زبیر قادری** (مدیر سہ ماہی افکار رضا، ممبئی انڈیا) "معارف رضا" کے شمارے برابر موصول ہوئے اور نئے شمارہ کا انتظار ہے، اللہ نظر بد سے بچائے، رسالہ افزوں ترقی پذیر ہے آپ لوگ بہت بہترین مضامین لگارہے ہیں البتہ صفحات کی کمی محسوس ہوتی ہے، "معارف رضا" کے مضامین ہم "افکار رضا" میں شائع کریں گے آپ بھی ہمارے مضامین شائع کرسکتے ہیں محترم وجاہت صاحب کی علالت پر فکر رہتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے ☆ **حاجی مقبول احمد قادری** (رضا اکیڈمی، لاہور) "معارف رضا" کو ماہنامہ کی صورت میں دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا الحمد للہ رسالہ ہر ماہ مل رہا ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی خدمات دنیا اہل سنت اور عالم اسلام کیلئے قابل قدر ہیں۔ "معارف رضا" کی اشاعت پر تمام اراکین اور ادارتی بورڈ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ☆

"ماہنامہ معارف رضا کراچی" حاصل کرنے کا طریقہ
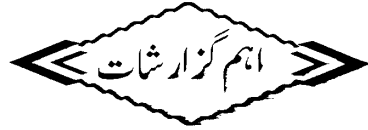
پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/10 روپیہ ۔ سالانہ =/120 روپیہ ہے ۔ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں، اگر پہلے سے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ رقم لفافہ میں رکھ کر ہرگز نہ بھیجیں، چیک یا پوسٹل آرڈر بھی ارسال نہ کریں، اگر کوئی مجبوری ہو تو ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں جو ماہنامہ "معارف رضا، کراچی" کے نام کا ہو۔ اگر سالانہ فیس سے زائد رقم بھجوائیں تو اس کی تشریح ضرور لکھیں کہ کتنی رقم کس مقصد کے لئے ارسال ہے۔ سالانہ فیس کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو اطلاع دی جاتی ہے، اس اطلاع کے بعد جب تک رکنیت فیس موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی۔ رسالہ V-P نہیں کیا جاتا۔ کسی ماہ پرچہ ۱۰/ تاریخ تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ کیم شمسی تاریخ کو تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے، نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ کی ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ =/10 ڈالر سالانہ ہے۔ پاکستان میں فارن کرنسی بینک اکاؤنٹس بند کردیئے گئے ہیں لہذا رقوم پاکستانی کرنسی میں تبدیل کرا کر (مبلغ =/600 روپیہ) دستی یا بصورت ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا، کراچی" اکاؤنٹ نمبر 5054-07 حبیب بینک پریڈی اسٹریٹ برانچ کراچی بنوا کر براہ راست ہمیں ہی ارسال کریں۔

(لائف ممبرشپ =/4000 روپیہ ، بیرون ممالک =/300 ڈالر یا اس کے مساوی)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان

۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، فون:- 021-7725150